(الف) فہرست مضامین ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ تا جمادی الاول ۱۴۲۰ھ جلد ۳۴ اکتوبر ۱۹۹۸ تا ستمبر ۱۹۹۹

مضامین کی فہرست موضوعات کے لحاظ سے سلسلہ واران صفحات سے دی گئی ہے جو ہر صفحے کے نیچے لکھے ہوتے ہیں۔ یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوائی جائے ——— مدیر ———

نقش آغاز (مدیر)

وفیات

قرآنیات

[illegible] افغانستان [illegible] طالبان

عالم اسلام

سیرۃ النبیؐ

تاریخ، ادب و سوانح

ملکی صورتحال، سیاسیات

اسلام اور سائنس

علم، علماء اور دینی مدارس

بحث و تحقیق

اصلاح و ارشاد، دعوت و تبلیغ

افکار و تاثرات

دارالعلوم کے شب و روز

تبصرہ کتب (رفاقی)

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ===== 34

شمارہ نمبر === 2,1

جمادی الثانی ، رجب ۱۴۱۹ھ

اکتوبر نومبر ۱۹۹۸ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نوٹ : یہ شمارہ ماہ اکتوبر اور نومبر پر مشتمل ہے۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)

E-Mail No. haqqania@psh.infolink.net.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے ، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

ناشر : مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

"الحق" کے نئے سال کا آغاز

الحمدللہ ماہنامہ الحق اپنی زندگی کی ۳۳ بہاریں پوری کرنے کی بعد ۳۴ ویں بہار میں تائید خداوندی، عزم واستقلال اور معزز قارئین کی بھرپور توجہات سے داخل ہورہا ہے۔ اب تک علم وآگہی کے سفر کی کارکردگی ملک وملت کے سامنے نصف نہار کی طرح روشن ہے۔ اس عرصہ دراز میں "حق" کی اس آواز نے جو کچھ بھی کیا وہ اللہ کی رضا، ملک وملت اور عالم اسلام کی بہتری اور اصلاح ودعوت دین ومذہب اور جہاد کی سربلندی کی خاطر کیا۔ آئندہ بھی ماہنامہ "الحق" اپنی سابقہ درخشاں روایات کے مطابق اعلائے کلمات اللہ، امربالمعروف نہی عن المنکر اور ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق جاری رکھے گا۔ ماہنامہ الحق کی روزاول ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ نئے دور کے تمام جدید تقاضوں اور ضروریات سے لیس رہے۔ الحمدللہ اس سلسلہ میں اب تک تمام جدید ذرائع باوجود وسائل کی عدم دستیابی کے اپنائے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ماہنامہ الحق نے جدید دور کا سب سے تیز اور جامع ترین نشرواشاعت کا ذریعہ انٹرنیٹ (Internet) بھی اپنایا ہے۔ اب ماہنامہ الحق کو ہر قسم کے مقالات، مضامین، اہم رپورٹیں اور ڈاک بذریعہ ہمارے ای میل نمبر

E – Mail= haqqania@psh.infolink.net.pk

پر دنیا کے ہر خطہ سے بھیجے جاسکتے ہیں۔ ماہنامہ الحق اور دارالعلوم حقانیہ کا اگلا ہدف اپنا مستقل ورلڈ وائیڈویب (World Wiede Web) قائم کرنا ہے۔ جسکے ذریعہ سے ماہنامہ الحق کے اہم مضامین اور دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں کروڑوں انسانوں کو بیک وقت منٹوں میں معلومات فراہم ہوسکیں گی۔ اسکے ساتھ ہماری خواہش ہے کہ عالم اسلام اور دین حنیف کے متعلق یہود وہنود اور عالم کفر ملکر جو منفی پروپیگنڈے کررہے ہیں اور اپنے فاسد نظریات اور باطل عقائد کی دعوت پھیلا رہے ہیں۔ ان قوتوں کے خلاف بھرپور جہاد انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بھی کیا جائے۔ دینی مدارس اور علماء پر جمود اور تنگ نظری کا لیبل لگانے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ ہم دنیا اور مافیہا سے غافل نہیں۔ لیکن اس وسعت قلب کے ساتھ ساتھ دارالعلوم و ادارہ الحق کو ملکی بلکہ بین الاقوامی مالیاتی و اقتصادی

شدید بحران نے بری طرح متاثر کیا ہے۔ اسی وجہ سے ابھی ہمارے کئی اہداف ادھورے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ویب پیج قائم کرنے کے ہم انتظار میں ہیں۔ مالی بحران کی وجہ سے ماہنامہ الحق اپنے سال کے پہلے مجلہ کا آغاز دو شماروں کے یکجا کرنے سے کررہا ہے۔ ہماری ان حضرات سے خصوصی درخواست ہے جن حضرات کو ماہنامہ الحق گذشتہ کئی عشروں اور کئی سالوں سے اعزازی جاری ہے کہ وہ اس کے اب خریدار بنیں اور اپنے حلقہ احباب میں بھی اس کے لئے کام کریں۔ نیز اشتہارات کی صورت میں بھی اپنے اس محبوب جریدے کی معاونت فرمائیں۔ ماہنامہ الحق اور دارالعلوم حقانیہ کو حکومت اور حکمرانوں پر جائز تنقید کی پاداش میں گذشتہ کئی عشروں سے اشتہارات اور تمام سہولیات سے محروم کیا گیا ہے۔ امید ہے آپ حضرات خصوصی طور پر دارالعلوم حقانیہ اور ادارہ الحق کو اپنی توجہات میں یاد رکھینگے تاکہ علم ورشد کی یہ شمعیں تادیر ظلم وجہل کے خلاف فروزاں رہیں۔

شریعت بل کی قومی اسمبلی سے منظوری ایک مستحسن اقدام مگر۔۔۔

الحمدللہ مقام شکر و امتنان ہے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھاری اکثریت کے ساتھ شریعت بل کو منظور کرنے کی سعادت حاصل کی ۔گذشتہ دنوں قومی اسمبلی میں اسے بھاری اکثریت سے منظور کیا گیا۔ اس کی بعض متنازعہ دفعات کو حکومت نے اپوزیشن کی مخالفت کے بعد واپس لے لیا ہے۔تاہم اس بل کی اصل اہمیت اپنی جگہ پر مسلم اور قائم ہے۔کہ قرآن وسنت ملک کا سپریم لا ہوگا ۔یہ بل اب ایوان بالا سینٹ آف پاکستان میں پہنچ چکا ہے۔ اور حکومت کو نوے (۹۰) دنوں کے اندر اسے سینٹ سے پاس کرانا ہوگا۔ لیکن سینٹ میں حکومت کو شریعت بل کے پاس کرانے میں مشکلات کا سامنا ہے۔کیونکہ سینٹ میں اکثر ممبران پیپلز پارٹی اور دیگر لادین جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان سے حکومت کا شریعت بل کی حمایت حاصل کرنا بعیداز قیاس لگتا ہے۔کیونکہ قومی اسمبلی میں انہی لادینی اور لاوطنی جماعتوں نے شریعت بل کی بھرپور مخالفت کی ہے۔ اس کے بعد چاہئیے تو یہ تھا کہ اس جرم میں ان کی اسمبلی کی رکنیت ختم کردی جاتی۔ لیکن جمہوریت کے نام سے یہاں ہرچیز "جائز" ہے۔ یہاں قابل افسوس اور باعث عار ان دینی جماعتوں کا رویہ بھی ہے جنہوں نے پارلیمنٹ میں شریعت بل کے پاس کرانے میں اپنا ووٹ نہیں دیا نہ ہی اس کی حمایت کی۔ جہاں تک لادین جماعتوں کا شریعت بل کی مخالفت کا تعلق ہے تو ہماری سمجھ میں آتی ہے کیونکہ یہ ان جماعتوں کے منشور کا بنیادی حصہ ہے۔ لیکن دین ومذہب کے نام سے سیاست کرنے والی جماعتوں کی

ہماری اور قوم کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ نوازشریف اور مسلم لیگ کے ساتھ ہماری جماعت کے ہزاروں اختلافات ہیں لیکن جب انہوں نے شریعت بل اور اسلام کی بات درمیان میں پیش کی تو ہم نے پہلے دن سے ہی اس کی حمایت کی (اگرچہ ارباب اقتدار نفاذ اسلام سے مخلص ہیں یا نہیں یا صرف اپنے طول اقتدار اور یا آئندہ متوقع اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے کے لیے یہ بل پیش کیا گیا ہے) اس لیے کہ ہم گذشتہ پچاس برسوں سے نفاذ شریعت کیلئے پارلیمنٹ اور باہر جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور ہماری سیاست کا دارومدار نفاذ شریعت ہی ہے۔ اور پھر بحیثیت مسلمان اور مذہبی پارٹی کے ناطے اس کی بے جا مخالفت سے عوام پر بھی غلط اثر پڑتا کہ شریعت کے نام لیوا وقت آنے پر پیچھے رہ گئے۔

ع یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اور ہم شریعت بل کی مخالفت میں واجپائی، اجمل خٹک، بے نظیر بھٹو، قادیانی جماعت اور اقلیتی پارٹیوں کی صف میں کھڑے نہیں ہوئے بلکہ شریعت بل کو مزید مؤثر اور کارآمد بنانے کیلئے کئی مفید تجاویز اس سلسلہ میں حکومت کو پیش کیں اور نہ ہی ہم نوازشریف کے شریعت بل کے اعلان پر اسکی حمایت میں خوشامدیوں کی صف میں کھڑے ہوئے جیسا کہ سینٹر ساجد میر اور اس قبیلہ کے دوسرے علماء جو حق نمک ادا کر رہے ہیں کہ جنہوں نے جوش جذبات میں آکر "امیرالمؤمنین" کے پاکیزہ نام سے نوازشریف کو پکارا۔ ہمیں نوازشریف کے قول، فعل، عمل اور ماضی میں اس کی دوستی کا خوب تجربہ رہا ہے۔ اس سے پہلے جمعیت العلماء اسلام کے رہنماؤں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ نے شریعت بل کو سینٹ آف پاکستان سے سات سال کی طویل جدوجہد کے بعد منظور کرایا تھا لیکن ایک بڑی عالمی سازش کے تحت ایک دن قبل قومی اسمبلی توڑ دی گئی تاکہ جے یو آئی کا شریعت بل اسمبلی میں پیش نہ ہوسکے۔ لیکن ہمیں کریڈٹ سے سروکار نہیں بلکہ جو بھی نفاذ شریعت کیلئے عملی قدم اٹھائے گا تو ہم دس قدم اس کا ساتھ دینگے۔ ہمیں مخالفت برائے مخالفت کی سیاست نہیں آتی۔ ہم یہاں پر سینٹ آف پاکستان سے بھی بھرپور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی سابقہ روایات کو زندہ کرتے ہوئے شریعت بل کو سینٹ سے بھاری اکثریت سے منظور کرائے۔ ہم اپوزیشن سے بھی یہی مطالبہ دہراتے ہیں کہ وہ اس بل کی حمایت کرے اور نوازشریف کو اس بل سے بھاگنے کا موقع فراہم نہ کرے۔ اگر حکومت سینٹ سے یہ بل پاس نہیں کرا سکتی تو پھر پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلوا کر یہ بل منظور کرایا جائے۔ منظوری کے بعد شریعت بل محض ایک کاغذ کا پلندہ نہ ہو بلکہ حقیقی معنی میں اس کا نفاذ زندگی کے ہر شعبہ میں

ہونا چاہیئے ۔ اگر نوازشریف نفاذ شریعت کے لئے اتنے مخلص ہیں تو سب سے پہلے جمعہ کی چھٹی بحال کریں ۔ اس کے ساتھ سودی نظام سے ملک کو پاک کریں اور عدالت سے وہ رٹ واپس لیں جو حکومت نے سودی نظام کے خاتمہ کی خلاف دائر کی ہے اور یہاں پر مشاہد حسین، شیخ رشید اور عابدہ حسین برانڈ اسلام نافذ نہ کریں بلکہ پوری قوم کا یہ مطالبہ ہے کہ پاکستان میں طالبان کے نافذ کردہ قرآن وسنت پر مبنی حقیقی اسلامی قوانین نافذ کریں ۔ حکمرانوں کو شریعت مطہرہ میں اپنی مرضی کی تراش خراش نہیں کرنی چاہئیے اس کے ساتھ ہی حکومت فوراً قبائلی علاقہ جات میں نفاذ اسلام کو ایک آرڈی نینس کی صورت میں نافذالعمل کرے ۔ اس کیلئے انہیں سینٹ اور پارلیمنٹ کی ضرورت نہیں ۔ دینی جماعتیں اب نوازشریف کو اس عذرلنگ کا موقع نہیں دینگی کہ وہ سینٹ میں شریعت بل کو منظور نہیں کراسکتے یہ بل اب انہیں ہر طریقے اور ہر حربے سے سینٹ سے منظور کرانا ہوگا چاہے اس کے لئے اسے اقتدار کی قربانی بھی دینی پڑجائے ۔ اگر یہ بل نوازشریف سینٹ سے پاس نہ کراسکے تو پھر اس منافقت اور فراڈ پر نہ تو پاکستان کے غیور دینی جذبہ سے سرشار عوام نوازشریف کو معاف کرینگے اور نہ ہی خدا کے حضور اسکی معافی قابل قبول ہوگی ۔

افغانستان پر ایران، روس، امریکہ کی متوقع جارحیت

پاکستان، افغانستان کے پڑوسی ملک ایران نے افغانستان کی سرحدات کے ساتھ دولاکھ اسی ہزار افواج جمع کردی ہیں اور جنگی مشقوں کی آڑ میں تحریک طالبان پر دباؤ ڈال رہا ہے ۔ ان مشقوں اور جارحیت کے ذریعہ ایران کئی امور پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے ۔ (۱) طالبان کی بڑھتی ہوئی طاقت اور عظمت کو کم کرنا (۲) طالبان کی بڑھتی ہوئی کامیابیوں اور فتوحات کو روکنا (۳) طالبان کے مخالفین قوتوں کو اندرون ملک سنبھالنا دینا اور ان کو طالبان کے خلاف بغاوت پر اکسانا (۴) افغانستان میں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ایرانی فوجی اور اسلحہ سے لوگوں کی توجہ ہٹانا (۵) پاکستان کو عالمی اور سیاسی سطح پر بدنام کرنا ۔ اس کے علاوہ اور کئی عوامل ہیں جن کی بنا پر ایران افغانستان کی خلاف ننگی جارحیت کرنے پر تلا ہوا ہے ۔ ایران کے حالیہ جارحانہ کردار سے اس کے اسلامی انقلاب کا چہرہ اور برہم سب کے سامنے آشکارا ہوگیا ہے ۔ صرف ذاتی مفادات اور مسلکی تعصب کی بناء پر اپنے دو پڑوسی ممالک کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہونا بلکہ بغض طالبان میں امریکہ جسے ایران شیطان بزرگ کہتا ہے اور برطانیہ اور شاطن رسول سلمان رشدی کے ساتھ بھی ہاتھ ملاتا ہے ۔ ان اقدامات کے بعد

ایران اور اس کا انقلاب پوری طرح عیاں ہوگیا ہے۔ اقوام متحدہ کے نمائندے لخزر ابرہیمی دونوں ممالک کے درمیان مذاکرات کررہے ہیں۔ اور جلتی آگ پر پانی ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اور ادھر کرغستان میں ایرانی اسلحہ سے بھری ہوئی ٹرین جو کہ افغانستان میں طالبان مخالفین کو "امداد" کے نام پر بھیجی جارہی تھی ایک مقامی ریلوے اسٹیشن پر پکڑی گئی ہے۔ دنیا بھر کو ایک بار پھر ایرانی جارحیت کا واضح ثبوت مل گیا ہے لیکن اقوام متحدہ اور یہاں پاکستان میں جماعت اسلامی کے کرتا دھرتا سارا نزلہ طالبان پر گرا رہے ہیں۔ ان کو ابھی تک ظالم ومظلوم میں تمیز اور فرق محسوس نہیں ہوتا۔ حکمتیار کے غم میں اب تک یہ لوگ نڈھال ہورہے ہیں۔ اسی ربانی اور حکمتیار اور مسعود کے ہاتھوں امت مسلمہ اور افغانستان جگہ ہنسائی کا ذریعہ بنے اور اب بھی یہ گندے انڈے ایران کی گھود میں جمع ہیں اور انڈیا کے ساتھ ملکر پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔

اس کے ساتھ ہی روس کی پندرہ سو کمانڈوز آرمی نو سال کے بعد دوبارہ افغانستان میں طالبان مخالفین کے علاقوں میں فضائی راستوں سے اتر چکی ہے۔ اور یوں ایک بار پھر روس کو افغانستان میں مداخلت کا موقع سابقہ افغان قیادت اور ایران نے فراہم کردیا ہے۔ روس نے ترکمانستان ازبکستان کے ساتھ طالبان کے خلاف دفاعی معاہدہ بھی کرلیا ہے۔ موجودہ صورتحال میں روس اور ایران کے عزائم میں کوئی فرق نہیں۔ گذشتہ ماہ ایرانی پارلیمنٹ کے سپیکر نے روسی افواج اور حکومت سے طالبان کے خلاف اپنی فوج کشی میں تعاون طلب کیا ہے۔ روسی افواج کی افغانستان میں دوبارہ آمد اسی دعوت کا نتیجہ ہے۔ عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان کے لئے روسی افواج کی دوبارہ افغانستان میں آمد ایک بہت بڑا المیہ ہے اور اس سے سب کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ اگر فوری طور پر تحریک طالبان اور افغانستان کی حکومت کی مدد اور اسے تسلیم نہیں کیا گیا تو اس کا خمیازہ صدیوں تک عالم اسلام کو بھگتنا پڑے گا۔

اس کے ساتھ ہی امریکی سینٹ میں نائب وزیرخارجہ انڈرفرتھ نے اسامہ بن لادن اور افغانستان پر دوبارہ حملہ کا سگنل دے دیا ہے۔ اس سے پہلے امریکہ کی یہودن وزیرخارجہ مسز البرائٹ اور وزیردفاع نے بھی متعدد بار نئے حملوں کا پروگرام بنایا ہے۔ دنیا کی تمام بڑی طاقتیں سٹوڈنٹس (طالبان) کی نوزائیدہ حکومت کو کچلنے کیلئے بےتاب ہیں اور ان کے ساری خارجہ پالیسیاں اور فوجی قوت تحریک طالبان کے خلاف صرف ہورہی ہے۔ ان کا جرم صرف خدا کی زمین پر خدا کا نظام جاری رکھنا قرار دیا جارہا ہے اور اس لئے کہ یہ غازی و صحرائی پراسرار بندے غلامی کو قبول نہیں کرتے بلکہ

انہیں محمد عربیؐ کی غلامی قبول ہے ۔ یہی ان کی بنیادی ''بغاوت'' ہے امریکہ کی نظر میں ۔ ان حالات میں عالم اسلام کو ایک بار پھر ہم دعوت دیتے ہیں کہ وہ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنا سیکھے ۔

آہ !! مسیحائے قوم وہمدرد پاکستان کی المناک شہادت

گلشن وطن میں " اپنوں " اور غیروں نے مل کر جو آگ بھڑکائی تھی رفتہ رفتہ اس کے شعلوں میں ہر چیز سوختہ ہوکر خاکستر ہوگئی ۔ پھول اور شاخ گل تو کب کے دھواں ہوگئے ۔ اب تو باغبان اور چمن کے رکھوالے بھی اس کی زد میں آگئے ہیں ۔ ہماری مراد عابد وزاہد شخصیت ممتاز ماہر طب عظیم سکالر، محقق، دانشور نقاد، مورخ مسیحائے قوم اور ہمدرد پاکستان حافظ حکیم محمد سعید صاحبؒ جو کہ خود بھی عمر بھر اسلامی احکامات پر سختی سے پابند رہے اور سادگی کی مجسم تصویر تھے اور قوم کو بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی مسلسل تلقین فرماتے رہے ۔ ہمدرد مطب سے اپنی خدمات کا آغاز کیا تھا اور رفتہ رفتہ پورے برصغیر میں آپکی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا اور ہزاروں لاکھوں افراد کو طب نبویؐ سے فیض یاب کیا ۔ حکیم صاحبؒ نے پاکستان کے اہم ترین دو مسائل تعلیم اور صحت عامہ پر تن تنہا اتنا کام کیا ہے جو کئی حکومتوں کی کارکردگیوں پر بھاری ہے ۔ حکیم صاحبؒ نے مریضوں کی نبض کے ساتھ ساتھ ملک اور قوم کی نبض پر ہمیشہ ہاتھ رکھا تھا اور وقتاً فوقتاً ملی امراض کی تشخیص کے ساتھ ساتھ دوا کی تجویز اور دعا دونوں فرماتے رہے ۔ عمر بھر سیاسی آلائشوں سے اپنا پاک دامن آلودہ نہیں کیا ۔ تاہم ہمدرد پاکستان ہونے کے ناطے ہمیشہ اصلاح اور آواز اخلاق کو پھیلاتے رہے جاگو جگاؤ انکا ماٹو تھا یعنی علم حاصل کرو اور دوسروں کو پہنچاؤ ان کا منشور تھا ۔ مدینۃ الحکمت کے نام سے انہوں نے کراچی سے باہر علم وحکمت کا ایک شہر بسا رکھا ہے ہمدرد یونیورسٹی کراچی اور اسلام آباد ملک وملت کیلئے بے پناہ خدمات انجام دے رہی ہیں ۔ آپ کا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے خصوصی تعلق رہا اور حضرت شیخؒ کے خصوصی معالج بھی رہے کئی بار اکوڑہ خٹک آکر گھر اور دارالعلوم میں حضرتؒ کی تشخیص کی خود بھی بڑے عالم اور فاضل تھے اور دین اور علم سے وابستہ لوگوں کے قدردان تھے ۔ ماہنامہ " الحق " کے ساتھ گذشتہ ۳۳ سال سے ان کا ایک لازوال تعلق اور رشتہ قائم تھا اور ہمیشہ اس کیلئے خصوصی طور پر لکھتے رہے ۔ راقم بھی اگر آج ان صفحات پر خامہ فرسائی کی جسارت کرتا ہے تو اس میں حکیم صاحبؒ کی تربیت کا کافی عمل دخل ہے وہ یوں کہ بچپن ہی سے حکیم صاحبؒ کا جاری کردہ بچوں کیلئے بلند پایہ اور مؤقر جریدہ ماہنامہ

" نونہال" باقاعدگی سے مطالعہ میں رہا۔ اسی وقت سے آپ کی تعلیمات ، اقوال زرین اور آواز اخلاق کے مضامین ذہن میں رچ بس چکے ہیں۔ اس عظیم شخصیت کے عظیم الشان کارناموں اور لازوال خدمات کے صلہ میں چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم اس کو ایک قومی ہیرو کا درجہ دیتے لیکن آہ ! ظالموں نے اس مسیحائے قوم اور ہمدرد پاکستان کو بھی نہیں بخشا۔ دہشت گردوں نے وہ شمع فروزاں بھی بجھادی جو اندھوں اور اندھیروں کے شہروں میں باوجود بادسموم کے اب تک جل رہی تھی۔

اس شہر بے چراغ میں تنہا دیا ہوں میں
اتنی اندھیری رات ہے اور بجھ رہا ہوں میں

اب شاید ہی اس ملک اور خصوصاً کراچی کو ایسا گوہرآبدار اور درشاہوار نصیب ہوگا۔ تازہ اطلاعات کے مطابق حکیم صاحبؒ کے قتل میں متحدہ قومی موومنٹ پوری طرح ملوث ہے۔ نسل پرست جماعت ایم کیو ایم دین اور وطن دونوں کی بدترین دشمن ہے۔ شواہد اور گواہوں اور ملزمان کے اقرار کے بعد یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ایم کیوایم نے حکیم محمد سعید شہیدؒ سے دوکروڑ بھتہ وصول کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ حکیم صاحب مرحوم نے ان غنڈوں اور دہشت گردوں کی غنڈہ گردی کو تسلیم نہیں کیا اور ان کے خلاف کئی اہم ثبوت بھی حکومت کو پیش کیے تھے جس کی بنا پر ان درندوں نے اس فرشتہ صفت انسان اور مسیحائے قوم کو گولیوں سے چھلنی کردیا۔ طرفہ تماشا یہ کہ وزیراعظم صاحب ان قاتلوں اور غنڈوں کو باوجود شواہد کے اپنے اقتدار کو بچانے کیلئے ان کو اپنے حلیف بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اسی ایم کیوایم نے کراچی کو" شمشان گھاٹ " بنادیا ہے۔ ملکی معیشت تباہی سے دوچار ہوگئی ہے۔ اب تک ہزاروں افراد کو نسلی اور معمولی اختلاف رائے کی بنا پر قتل کردیا گیا۔ اس سے پہلے تکبیر کے مدیراعلیٰ جناب صلاح الدینؒ شہید سچ لکھنے پر شہید کردیئے گئے اور اسی طرح جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث و مہتمم اور وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختارؒ اور مولانا مفتی عبدالسمیعؒ کو انتہائی سفاکی سے قتل کیا گیا۔ اگر ان کے قاتلوں کو بروقت کڑی سزا دی جاتی اور ان کے نت نئے مطالبات تسلیم نہ کیے جاتے تو حکیم سعید شہید کی شہادت کا یہ المناک سانحہ پیش نہ آتا۔ ملک میں اب کسی کی بھی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں

ع کس کو آتی ہے مسیحائی کسے آواز دوں ؟

جو چنگاریاں حکمرانوں نے سلگائی ہیں خود اسکے شعلوں کے لپیٹ میں کہیں ان کے نازک کاشانے نہ آجائیں۔

مولانا محمد عبداللہؒ کی شہادت

پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد میں چند دنوں کے اندر دو ممتاز علماء کرام کو شہید کردیا گیا۔ تازہ ترین واقعہ میں ملک کے ممتاز عالم دین جامع فریدیہ کے مہتمم، رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین لال مسجد کے خطیب مولانا محمد عبداللہؒ کو وزیراعظم سیکرٹریٹ کے تھوڑے فاصلے پر دن دھاڑے خانہ خدا میں شہید کردیا گیا۔ اس سے قبل علامہ شعیب ندیمؒ اور علامہ حبیب الرحمانؒ کو گن مین سمیت چند روز قبل بےدردی سے شہید کیا گیا تھا۔ اگر حکومت ان قاتلوں کو گرفتار کرلیتی اور ان کو بروقت سزا دی جاتی تو یہ دردناک سانحہ پیش نہ آتا۔ ملک میں منظم دہشت گردی ہورہی ہے۔ علماء، دانشور اور حکومت کے اہم آفیسرز، ججز اور معماران قوم کو چن چن کر قتل کیا جارہا ہے۔ لیکن حکومت خاموش ہے۔ ملک کا دارالخلافہ تک محفوظ نہیں۔ دہشت گرد کسی بھی وقت کسی بھی جگہ کسی بھی شخص کو جس طرح چاہے اپنی دہشت گردی کانشانہ بناسکتے ہیں۔ایک وہ نظام خلافت راشدہؓ اور امیرالمومنین حضرت عمرؓ تھا جسے دجلہ اور فرات کے کنارے بھوکے کتے کی ہلاکت کا اندیشہ رہتا کہ عمرؓ سے اس کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ اور ایک ہمارے بدقسمت عہد کا" نظام خلافت راشدہؓ" اور جعلی "امیرالمومنین " ہے جس کی رعیت فاقوں مررہی ہے اور جسکے تخت اقتدار کے عین نیچے وارثان انبیاءؑ تہہ تیغ کیے جارہے ہیں۔ اور حکومت ٹس سے مس نہیں ہورہی۔ ملک میں فرقہ واریت اور دہشت گردی کے ہم سب سے زیادہ مخالف ہیں۔ اسی سلسلہ میں مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی کوششوں سے اتحاد اور یک جہتی کی فضاء بنانے کیلئے ملی یک جہتی کونسل قائم کی گئی۔ لیکن حکومت نے سازش کے ذریعہ اسے بھی ختم کردیا۔ حکومت مستقل طور پر ایک ہی دھڑے کے خلاف یک طرفہ کاروائی کر رہی ہے۔ اب تک سپاہ صحابہ کی تقریباً پوری قیادت کو ختم کردیا گیا اور بچی کھچی قیادت کئی سالوں سے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دی گئی ہے۔ کیونکہ دوسرا گروہ حکومت کا حلیف ہے۔ موجودہ حکومت لڑاؤ اور حکومت کروکے فارمولے پر عمل کررہی ہے۔ لیکن کب تک وہ لاشوں کے سہارے اپنے گرتے ہوئے ایوان اقتدار کو سہارا دے سکے گی۔ ہم یہاں پر ملک کے سنجیدہ طبقہ کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حکومت کی طرف نہ دیکھے اور دونوں مخالف دھڑوں کو ایک میز پر لاکر افہام و تفہیم کی کوئی صورت پیدا کرے کیونکہ ہمارا ملک اور قوم فرقہ واریت اور مزید تخریب کاری کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ خدارا اس ملک اور ملت کا شیرازہ بکھرنے سے بچائیں۔ ملک وملت کی پریشاں تسبیح کے دانوں کو سلک اتحاد میں پروئیں اور یہود وہنود ودیگر لادینی اور کفری طاقتوں کے مکروہ عزائم کو پیوندخاک کریں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ خانؒ کا سانحہ ارتحال

ابھی حکیم محمد سعید شہیدؒ اور مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ کی شہادتوں کے غم سے سنبھلنے نہ پائے تھے کہ لاہور سے ایک دوسری جگر پاش خبر نے نڈھال کردیا ۔ ملک کے ممتاز دینی ادارہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث عالم اسلام کی عظیم عالم وفاضل شخصیت بے شمار مختلف النوع موضوعات پر لکھنے والے درجنوں کتابوں کے مصنف ۱۹ ۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو بعد المغرب اپنے خالق حقیقی سے جاملے ۔ مولانا مرحوم موجودہ زمانے میں اپنے وقت کے یکتا اور منفرد عالم تھے جو علوم الٰہیہ کے ساتھ ساتھ دیگر کئی علوم وفنون بالخصوص علم فلکیات پر اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے اور اس سلسلے میں تنہا کئی اکیڈیمیوں کا کام کرگئے ۔ مولانا مرحومؒ علم شریعت کے ساتھ ساتھ جادۂ سلوک واحسان کے بھی راہی تھے ۔ شریعت اور طریقت کے مجمع البحرین تھے ۔ مولانا مرحومؒ کی وفات سے علم وفضل کی مسند ویران ہوگئی اور مدرسہ خانقاہ کی رونقیں ماند پڑگئیں ۔ روحانی اور باطنی جمال کے ساتھ اللہ نے آپ کو ملکوتی حسن سے بھی بے پناہ مالامال کیا تھا ۔ نفاست ونزاکت کا ایک حسین مرقع تھے، علمی تبحر ایسا تھا کہ ہم جیسے طفلان مکتب اور بے بضاعت طالبان علم اس پر تبصرہ سے قاصر ہیں ۔ مولانا مرحوم کئی برسوں سے جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث کے ممتاز مسند پر رونق افروز تھے ۔ آپ نے اپنی تعلیمی زندگی کا بیشتر حصہ دارالعلوم حقانیہ میں گزارا تھا ۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کا دارالعلوم حقانیہ اور حضرت والد صاحب مدظلہ کے ساتھ خصوصی مخلصانہ تعلق قابل دید اور قابل رشک تھا ۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے سانحہ ارتحال پر نظم میں "فتح الصمد" کے عنوان سے ۱۷۹ عربی اشعار پر مشتمل ایک عظیم ادبی شہپارہ قصیدہ لکھا ہے ۔ جس میں ۲۰۲ اسمائے اسد (شیر) ہیں ۔ اس سے آپکی عربیت اور شاعری پر کامل قدرت کا پتہ چلتا ہے ۔ گذشتہ سال مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی لاہور آمد کے موقع پر ان سے جامع اشرفیہ میں کئی ملاقاتیں ہوئیں انہوں نے اس ناکارہ کے متعلق نیک خواہشات اور محبت سے بھرپور جذبات کا اظہار فرمایا پھر خصوصاً اس خامکار کی نقوش خام (یعنی الحق کے مضامین و شذرات) اور ذوق پرواز (سفرنامہ یورپ) کے بارے میں بڑی دیر تک اپنے احساسات کا اظہار فرماتے رہے ۔ یہ انکی اصاغر پروری ، وسعت ظرف ، ذرہ نوازی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے خاندان کے ساتھ قلبی محبت اور تعلق کا ایک عکس جمیل ہے ۔ اپریل ۱۹۹۸ء میں جب راقم کی پھوپھیؒ اور والد محترم مدظلہ کی ہمشیرہ کا انتقال ہوا تو ان کی تعزیت کے سلسلہ میں حضرت والدصاحب مدظلہ کے نام یہ درج ذیل تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا تھا(ابھی اس کا جواب والدصاحب مدظلہ کو دیناتھا کہ تعزیت

کرنے والے پر اب ہم سمیت تمام عالم اسلام تعزیت کنندہ ہے)۔
جسکی ہر سطر اور ہر حرف سے خلوص و محبت کی خوشبو مہکتی ہے۔ اس سے آپ کا حضرت شیخ الحدیثؒ کے خاندان اور حضرت والدصاحب مدظلہ کے ساتھ والہانہ تعلق کا اندازہ ہوتا ہے وہ مکتوب بطور تبرک یہ نذر قارئین ہے :

الاخ فی اللہ المحترم المکرم المفخم فضیلۃ الشیخ مولانا واولانا سمیع الحق زیدمجدھم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ــــــ اما بعد !

المرام اینکہ جناب کی ہمشیرہ محترمہ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر بڑا دکھ اور افسوس ہوا۔ (اناللہ واناالیہ راجعون) اللہ عزوجل مرحومہ کی قبر کو ریاض الجنۃ بنائے اور اسے جنت الفردوس نصیب فرمائے ۔ (آمین ثم آمین) اور آپ حضرات کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطافرمائے اور مستقبل میں ہمہ قسم آفات وبلایا سے محفوظ رکھے ۔ (آمین) طلبہ دورہ حدیث شریف سے آپ کا نام لیکر مرحومہ کی ایصال ثواب کیلئے کچھ تلاوت قرآن کروائی گئی اور مرحومہ کی مغفرت ودرجات کی ترقی کے لئے مجموعی واجتماعی طور پر دعا مانگی گئی ۔ وفات کے ابتدائی ایام میں آپ سے فون پر کئی مرتبہ رابطہ کی کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوسکی ۔ ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے سے رابطہ ہوسکا ۔ میرے کہنے پر پسرم عبدالرحمن نے آپکے بیٹے سے میری طرف سے گفتگو کی بسلسلہ تعزیت ۔ اس سے بھی درخواست کی گئی تھی کہ وہ آپ تک میرا سلام وتعزیت پہنچائے ۔ امید ہے کہ وہ پہنچا چکا ہوگا۔ فون پر گفتگو کو کافی سمجھتے ہوئے جلدی رسالہ تعزیت ارسال نہ کرسکا۔ امید ہے کہ تاخیر معاف فرمائیں گے آپ سے قلبی حب فی اللہ واللہ ہے ۔ وقتاً فوقتاً دعا بھی آپ کے لئے اور بچوں کے لئے کرتا رہتا ہوں۔ آپکی خدمات قومیہ دینیہ علمیہ بہت زیادہ ہیں آپ جیسے علماء کرام ، صلحاء مخلصین ، مجاہدین کی مجاہدانہ خدمات کی برکت سے چمنستان اسلام وگلستان علم سرسبز وشاداب ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپکو باعافیت رکھے اور زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ وعلمیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین
آپ سے دعا کی درخواست ہے۔ والسلام: فقیر محمد موسیٰ عفی عنہ ۔ جامعہ اشرفیہ ، لاہور

کوسوو میں خون مسلم کی ارزانی، یورپ اور عالم اسلام کی خاموشی

سرب درندوں کے ہاتھوں کچھ عرصہ پہلے بوسنیا میں خون مسلم سے ہولی کھیلی گئی اور جب اس پر ان درندوں کے خلاف یورپ ، امریکہ اور عالم اسلام نے کوئی سنجیدہ ایکشن نہیں لیا تو انہوں نے گذشتہ

کئی ماہ سے کوسوو کے علاقہ میں البانوی نژاد مسلمانوں کے ساتھ وہی سابقہ چنگیزی روش شروع کی۔ اور ابتک کئی ہزار مسلم مردوزن اور معصوم چھوٹے بچے قتل کیے جاچکے ہیں۔ "مہذب" یورپ جو جانوروں اور کتوں کی معمولی تکلیف پر بھی چیخ اٹھتا ہے اپنے قلب میں واقع مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم پر خاموش ہے۔ کل بھی اس نے صرف زبانی جمع خرچ سے کام لیا تھا۔ آج بھی صرف اس کے اخباری بیانات آرہے ہیں۔ یورپ کی تنظیم نیٹو نے کئی بار سربوں کو صرف دکھاوے کیلئے فضائی حملوں کی دھمکی دی ہے اور کئی بار الٹی میٹم بھی دیا ہے لیکن وہ درندے جانتے ہیں کہ نیٹو اور امریکہ ہمارے خلاف کاروائی میں سنجیدہ نہیں۔ اس لیے ہی وہ ان دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ حال ہی میں انہوں نے امریکہ کے کہنے پر ایک معاہدہ کیا کہ کوسوو کے تین لاکھ باشندے جو پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنے گھربار چھوڑ کر پناہ لینے پر مجبور ہیں اپنے گھروں کو واپس آجائینگے۔ معاہدہ کے دوسرے روز ہی اقوام متحدہ اور نیٹو کے مبصرین کی موجودگی میں درجنوں مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کردیا گیا۔ اس ظلم اور معاہدے کی خلاف ورزی پر نیٹو اور امریکہ خاموش ہے۔ عراق میں بچے ادوایات کی عدم فراہمی کی بناء پر روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں مررہے ہیں ان پر دن بدن پابندیاں امریکہ اور اقوام متحدہ اس جرم میں بڑھا رہا ہے کہ وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کررہا ہے لیکن ادھر سرب درندوں سے کوئی بازپرس نہیں ہورہی۔ ہمیں امریکہ اور یورپ سے کوئی امید نہیں کہ وہ کوئی سنجیدہ کوشش کریں۔ لیکن افسوس ہمیں عالم اسلام کی پراصرار خاموشی پر ہے کہ یہ کیوں بیکسی کا مزار بنا ہوا ہے؟ اس سے تو معاشی لحاظ سے بے حال روس بہتر ہے۔ جس نے نیٹو اور امریکہ کو دھمکی دی ہے کہ اگر اس نے سربوں پر حملہ کیا تو دوبارہ سرب جنگ شروع ہوجائیگی۔ لیکن عالم اسلام اور اسکی قیادت لگتا ہے کہ "وفات" ہوگئی جو اپنے تین لاکھ سے زائد بہنوں اور بھائیوں کی موت کا انتظار کررہے ہیں جو یورپ کی شدید سردی اور بھوک سے مرنے والے ہیں۔ خداوندا تو ہی اپنے نام لیواؤں کا جو ظلمت کدہ یورپ میں تیرے نام کی لاج رکھے ہوئے ہیں اور جو تیرے دین اور تیری کتاب کی عظمت کی خاطر کٹ مرنے کو تیار بیٹھے ہیں، حفاظت فرما (آمین)

اسرائیل اور فلسطین کا نیا معاہدہ کیا رنگ لائے گا

اسرائیل اور فلسطین کے درمیان امریکہ میں صدر کلنٹن کی موجودگی میں نوروز تک جاری رہنی والی مذاکرات پانچ نکاتی عبوری معاہدہ کی صورت میں اختتام پزیر ہوئے۔ اس معاہدے کی مطابق

(۱) اسرائیل فوری طور پر مغربی کنارے کا 13.1 فیصد علاقہ خالی کردے گا۔ (۲) فلسطین اسرائیل کے خلاف ساری تشددانہ اور احتجاجی کاروائیاں روک لے گا۔ (۳) اسرائیل وہ اقدامات حقیقی طور پر کرے گا جن سے فلسطین کی خودمختاری کو عملی صورت ممکن ہو۔ (۴) اسرائیل فلسطین کے تین ہزار پانچ سو قیدیوں میں سے سات سو پچاس کو رہا کرے گا۔ (۵) تنظیم آزادی کو اپنے چارٹر سے اسرائیل اور یہودیوں کے خلاف تمام دفعات خذف کرنا ہونگی۔اس معاہدہ کو حماس اوراسلامی جہاد تنظیم سمیت دیگر تمام جہادی وسیاسی تنظیموں نے مسترد کردیا ہے۔ یہ قومیں اسرائیل کے ساتھ تعاون اور اشتراک کے عمل کے خلاف ہیں۔ اس لیے کہ انہیں یہودیوں کی تاریخی دغابازی اور ماضی کے متعدد معاہدوں کا حال معلوم ہے۔ اسرائیل اور امریکہ نے کئی معاہدے اس سے پہلے بھی یاسرعرفات کے ساتھ طے کیے ہیں۔لیکن ہر معاہدہ اسرائیل کی ہٹ دھرمی کے باعث ناکام ہوا۔ موجودہ معاہدہ بھی بظاہر کچھ کچھ فلسطین کے حق میں معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی حماس اور دیگر آزادی فلسطین کیلئے جہادی تنظیموں کی انتھک جدوجہد اور لازوال قربانیوں کے باعث اسرائیل تھوڑا بہت پسپا ہوا ہے۔ ماضی کے تلخ تجربات اور صیہونی سازشوں کے نتیجہ میں موجودہ معاہدہ کیا رنگ لائے گا۔۔۔؟ ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاہدہ سے مختلف جہادی تنظیموں کو آپس میں لڑایا جارہا ہے۔ فلسطینیوں اور مسلمانوں کی اصل منزل القدس کی مکمل آزادی ہے۔ اس سے کم کسی چیز پر ناتو فلسطینی راضی ہونگے اور نہ ہی عالم اسلام۔

امیرالمومنین ملامحمد عمر کے چند انقلابی اقدامات

تحریک طالبان کے سربراہ امیرالمومنین ملامحمد عمر طال اللہ عمرہ نے اپنی فراست مومنانہ سے دنیا کو اس وقت انگشت بدنداں کردیا جب انہوں نے افغانستان میں ہزاروں سالہ پرانی روایات کو ایک اسلامی فرمان کے ذریعہ ختم کردیا جس میں لڑائی جھگڑوں میں قبیح رسم کے مطابق صلح کے طور پر مخالف کو عورتیں دیجاتی تھیں اس طرح بیوہ کی شادی بھی وہاں عیب سمجھی جاتی تھی ان کی شادی پر ترغیب کیلئے بھی آپ نے احکامات جاری کئے ہیں نیز آپ نے عورتوں کے تمام تعلیمی ادارے ازسرنو کھول دیے ہیں جس میں پردے کے اہتمام اور غیر محرم مردوں اور لڑکوں کے ساتھ اختلاط کے بغیر خواتین اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں گی۔ نیز ایران کے تمام جنگی مجرم بھی خیرسگالی کے طور پر رہا کردیے گئے۔ ہم ان انقلابی اقدامات پر امیرالمومنین اور تحریک طالبان کو مبارکباد دیتے ہیں۔

قسط نمبر ا
مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب
ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور ۲۹

اسلام اور اکیسویں صدی : قاہرہ کانفرنس کی مفصل روداد

جدید چیلنجوں کے مقابلے کے لئے مسلمانان عالم متحد ہوجائیں

مصر کی اہمیت :- مصر وہ ملک ہے جس کی قرآن اور حدیث میں بہت زیادہ فضیلت آئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام حکمت میں اس کا خصوصی حیثیت سے تذکرہ کیا ہے اور ملک کا تعلق متعدد جلیل القدر انبیائے کرام سے ہونے کی بنا پر دینی وشرعی نقطہ نظر سے اس ملک کو انتہائی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ کا تعلق مصر ہی سے تھا۔ پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ملجا وماویٰ بنا۔ قرآن میں ایک پوری سورۃ "یوسف" کے نام سے موسوم ہے جس میں ان کا قصہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ پھر اسی ملک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ جن کو فرعون کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ جتنی تفصیل کے ساتھ قرآن میں موجود ہے اتنی تفصیل سے کسی دوسرے نبی کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس قصہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ۱۳۶ بار اور فرعون کا تذکرہ ۷۴ بار آیا، اور مصر کا ذکر صریح لفظوں میں ۵ اور غیر صریح لفظوں میں ۲۵ سے زیادہ بار آیا ہے۔ اگر ان تمام مقامات کو جمع کرکے ان کی تفسیر کی جائے تو اس سے ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر ظاہر ہے کہ مصر صرف تاریخی اعتبار ہی سے نہیں بلکہ دینی وشرعی نقطہ نظر سے بھی ایک انتہائی اہم ملک ہے، جس کا قرآن حکیم سے براہ راست تعلق ہے۔

علمی وفکری تحریکوں کا مرکز :- ان خصوصیات کے علاوہ مصر دنیائے عرب کا قلب ودماغ بھی ہے۔ کیونکہ ہر قسم کی علمی وفکری، ثقافتی اور سیاسی تحریکیں یہیں سے برپا ہوتی ہیں، جن کا دنیائے عرب پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ علم وادب کا بھی بہت بڑا مرکز ہے، جہاں سے دینی واسلامی کتابیں بکثرت شائع ہوتی ہیں۔ نیز یہاں پر دنیائے اسلام کی سب سے قدیم اسلامی یونیورسٹی بھی ہے۔

جو جامع ازھر کے نام سے موسوم ہے، جس کو قائم ہوئے ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ اور یہاں پر تعلیم حاصل کرنے کے لئے پوری دنیا سے طلبہ امڈامڈ کر آتے ہیں اور حکومت مصر بڑی فراخ دلی کے ساتھ بیرونی طلبہ کو اسکالرشپ دیتی ہے ۔ چنانچہ خواہش مندوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے مصر بھیجنے کے سلسلے میں راقم سطور کو بھی سفارش کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

کانفرنس کا موضوع :- غرض راقم سطور کی ایک عرصے سے تمنا تھی کہ اس ملک کی زیارت کی جائے اور اسے قریب سے دیکھا جائے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کا غیبی طور پر سامان پیدا کردیا ۔ مارچ ۹۸ء میں ہندوستان کے مصری سفارت خانے کے توسط سے وزارت الاوقاف مصر کا دعوت نامہ موصول ہوا ، جس کے مطابق ۲ ۔ ۵ جولائی ۱۹۹۸ء کو قاھرہ میں منعقد ہونے والی دسویں اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا تھا ۔ یہ کانفرنس اصلاً " اسلامی امور کی مجلس اعلیٰ "

(المجلس الاعلی للشئون الاسلامیة) کی تنظیم کی جانب سے منعقد کی گئی تھی ، جو وزارت الاوقاف کے ماتحت ہے۔ کانفرنس کا عنوان " اسلام اور اکیسویں صدی " (الاسلام والقرن الحادی والعشرون) تھا ، جس کے حسب ذیل چار محوریا موضوعات تھے .

(۱). اسلام اور تمدنی ارتقاء (۲). سیاسی میدان میں اسلامی کا عالمی موقف (۳). اقتصادی میدان میں اسلام کا عالمی موقف (۴). سائنسی ترقی کے میدان میں اسلامی کا عالمی موقف ۔

پھر ان میں سے ہر عنوان کے تحت چارچار ذیلی عنوانات تھے ، جن پر شرکائے کانفرنس کو مقالے لکھنے تھے اور ہدایات تھی کہ شرکاء اپنے پسندیدہ موضوع پر مقالہ ۱۵ مئی تک ادارہ مذکورہ کو بھیج دیں اور اس کی بھی صراحت تھی کہ مقالہ عربی یا انگریزی یا فرنچ میں ہو ۔ راقم سطور نے اپنے لئے چوتھے عنوان کو منتخب کیا اور اپنا مقالہ عربی زبان میں تحریر کرکے اپریل ہی میں بھیج دیا ، جس کا عنوان تھا: " سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی اسلامی نقطہ نظر سے بہت ضروری ہے " ۔ (التقادم فی العلم والتکنولو جیاضرورة اکیدة من منظور اسلامی) ۔

کانفرنس کا بنیادی مقصد :- اس کانفرنس کے انعقاد کا بنیادی مقصد جیسا کہ حسب بالا عنوانوں سے ظاہر ہوتا ہے اسلام کو اکیسویں صدی میں لے جانے کے لئے نئے دور کے تقاضوں کے مطابق عالم اسلام کو اس کے لئے تیار کرنا ہے اور داخلی وخارجی خطرات اور چیلنجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بدلے ہوئے حالات میں اس کو متوازن و متحرک بنانا ہے ۔ عالم اسلام چونکہ بقیہ دنیا کا ایک حصہ ہے اس لیے وہ بقیہ دنیا سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گزار نہیں سکتا ۔ کیونکہ آج ساری دنیا سائنس اور

ٹیکنالوجی میں عروج کی بدولت سمٹ کر ایک چھوٹے سے گاؤں کی طرح بن گئی ہے ۔ لہذا اہل اسلام کو اس میدان میں پیش رفت کرتے ہوئے اپنا پارٹ ادا کرنا نہایت ضروری ہے ، تاکہ وہ دیگر اقوام کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے کے طور طریقے اپناسکے ۔ اس لئے اب یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ عالمی نقطہ نظر سے اسلام کی تمدن ، سیاسی ، اقتصادی اور سائنسی تعلیمات کیا ہیں اور وہ جدید اور بدلے ہوئے حالات میں ملت کی کس طرح رہنمائی کرسکتا ہے ؟ ظاہر ہے کہ اسلام ایک ابدی اور دائمی مذہب ہے، جو قیامت تک ہر دور میں اہل اسلام کی رہبری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔ لہذا موجودہ حالات میں اسلامی تعلیمات کی تطبیق عصری نقطہ نظر سے بہت ضروری ہے تاکہ اسلام کو زندہ اور ابدی مذہب ثابت کیا جاسکے اور اس پر قدامت و کہنگی یاد قیانوسیت کا الزام عائد نہ ہو ۔ اسی غرض سے منتظمین کانفرنس نے عالم اسلام کے علاوہ یورپ، امریکہ اور دیگر ممالک کے اسلامی مفکرین اور اسکالروں کو بھی اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی تھی ۔ اور یہ کانفرنس گذشتہ دس سالوں سے مسلسل میلادالنبی صلعم کے موقع پر قاہرہ میں منعقد ہوتی آرہی ہے اور ہر سال ایک نیا موضوع رکھا جاتا ہے، چنانچہ گذشتہ سال کانفرنس کا موضوع " اسلام اور مغرب : ماضی ، حال اور مستقبل" تھا اور اس سے پیوستہ سال اس کا موضوع " اسلام اور تمدن کا مستقبل " تھا ۔

<u>مصر کے لئے روانگی</u> :- اس عظیم الشان اور بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لئے یکم جولائی ۱۹۹۸ء کو دلی سے روانگی طے تھی اور اس دوران مصری سفارت خانے کے علاوہ مصر کی مجلس اعلیٰ سے بھی رابطہ برابر قائم رہا ۔ چنانچہ وسط جون میں اطلاع ملی کے مجھے دلی پہنچ کر امارات (ہوائی سروس) کے دفتر سے میرے لئے مختص ہوائی جہاز کا ٹکٹ اور مصری سفارت خانے سے ویزا حاصل کرلینا چاہئیے ۔ لہذا راقم سطور ۲۸ ، جون کو دہلی پہنچا اور ۲۹ کو ٹکٹ اور ویزا دونوں چیزیں حاصل کرلیں ۔ پھر ۳۰ جون اور یکم جولائی کی درمیانی رات کو اندراگاندھی انٹرنشنل ائیرپورٹ سے میرا سفر براہ دبی فلائٹ نمبر EK 703 کے ذریعے ساڑھے پانچ بجے (ایک گھنٹہ تاخیر سے) شروع ہوا اور ڈھائی گھنٹے کی اڑان کے بعد ہمارے جہاز نے دبی انٹرنیشنل ائیرپورٹ پر لینڈ کیا ۔ اس وقت ہندوستانی وقت کے مطابق آٹھ بجکر دس منٹ ہورہے تھے ۔ یہاں سے ایک دوسرے طیارہ (طیران مصر ، فلائیٹ نمبر MS 913) کے ذریعے دبی کے وقت کے مطابق دوپہر تین بجے قاہرہ کے لئے روانگی طے تھی ۔ دبی کا وقت ہندوستانی وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ پیچھے ہے ۔ اس لئے دبی ائیرپورٹ پر مجھے تقریباً ۹ گھنٹے رکنا پڑا ۔ اس دوران ٹرانزٹ والوں کے لئے ناشتہ اور کھانا امارات والوں کی جانب سے مہیا کیا

گیا۔ دبی میں آج کا درجہ حرارت ۴۴ ڈگری تھا۔ مگر ائیرپورٹ ایرکنڈیشن ہونے کی وجہ سے ہم پر باہر کی گرمی کا کوئی اثر نہ تھا۔

قاھرہ ائیرپورٹ پر :- مصر کی دید کے لئے دل بیتاب تھا اور صبر کی گھڑیاں طویل ہوتی جارہی تھیں۔ انتظار کرتے کرتے بالآخر ہمارے طیارے (MS 913) نے وقت مقررہ سے کچھ تاخیر کے ساتھ قاھرہ کے لئے اڑان بھری تو جان میں جان آئی اور جب طیارے نے ساڑھے تین گھنٹے کی مسافت طے کرکے قاھرہ ائیرپورٹ پر لینڈ کیا تو دل بلیوں اچھلنے لگا اور آتش شوق بھڑک اٹھی۔ سورج غروب ہونے میں ابھی کافی وقت تھا اور اس کی روپہلی کرنیں ماند پڑچکی تھیں اور وہ ایک سرخ ٹکیہ کی طرح افق پر اس طرح دکھائی پڑرہا تھا گویا کہ اس کی ساری تپش ختم ہوچکی ہو اور اس میں کوئی دم خم باقی نہ رہ گیا ہو۔ قاھرہ کا وقت دبی سے ایک گھنٹہ اور ہندوستانی وقت سے ڈھائی گھنٹے پیچھے ہے۔ قاھرہ میں آج کا درجہ حرارت ۳۴۔۳۵ ڈگری سیلسیس رہا جو بنگلور سے زیادہ اور دہلی و دبی سے بہت ہی کم تھا۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے ہندوستان سے میرے علاوہ ڈاکٹر طاہر محمود بھی اسی طیارے سے سفر کررہے تھے۔ موصوف دہلی یونیورسٹی کے شعبہ قانون کے پروفیسر اور ڈین ہونے کے علاوہ حکومت ہند کے اقلیتی کمیشن کے چیرمین بھی ہیں۔ مگر ہم دونوں کی ملاقات قاھرہ ائیرپورٹ پہنچنے کے بعد ہی ہوسکی اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ کیونکہ کئی سال پہلے موصوف سے بنگلور میں میری ملاقات ہوچکی تھی۔ قاھرہ ائیرپورٹ پر ہم دونوں کے استقبال کے لئے کانفرنس کے ایک عہدیدار کے علاوہ ہندوستانی سفارت خانہ برائے مصر کے قائم مقام سفیر جناب اشوک کمار بھی موجود تھے۔ ہم دونوں کو حکومت مصر کا معزز مہمان ہونے کی حیثیت سے فوراً ایک استقبالیہ کمرے میں بٹھا کر ہمارا سامان ڈھونڈھ نکالا گیا۔ اور اس کے لئے ہمیں کوئی زحمت نہ کرنی پڑی اور کسی قسم کے کسٹم سے بھی واسطہ نہ پڑا۔ اس دوران جناب اشوک کمار سے ہمارا تعارف ہوا اور میں نے انہیں اپنی بعض تازہ انگریزی کتابیں پیش کیں۔

قاھرہ کی ایک جھلک :- ائیرپورٹ میں داخلہ کے مقام پر ایک قرآنی آیت جلی حرفوں میں لکھی ہوئی تھی جس کا مفہوم یہ ہے: "تم سب مصر میں اگر اللہ نے چاہا تو امن وامان کے ساتھ داخل ہوجاؤ" (یوسف: ۹۹)۔ یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں سے کہی تھی، جب کہ وہ اپنے وطن کنعان (موجودہ فلسطین) کو خیرباد کہہ کر مصر کو وطن ثانی بنانے کی غرض سے مصر چلے آئے تھے۔ یہاں سے ہمیں وزارۃ الاوقاف کی جانب سے مہیا کردہ ایک ایرکنڈیشن بیوک کار کے ذریعہ ہوٹل ماریٹ (فندق ماریوت) لے جایا گیا، جو ایرپورٹ سے آٹھ دس کلومیٹر دور دریائے

نیل کے کنارے ایک عالی شان فائیواسٹار ہوٹل ہے۔ جس سڑک سے ہمارا گزر ہوا وہ نہایت کشادہ، دور دیہ اور صاف ستھری تھی۔ ہرطرف بلند وبالا عمارتوں کا ایک جال سا نظر آیا۔ راستے میں ہمیں عباسیہ (ایک مقام) قاہرہ ریلوے اسٹیشن اور "میدان رمسیس" وغیرہ دکھائی دیئے۔ یہاں پر چوک یاسرکل کو "میدان" کہاجاتا ہے اور رمسیس (RAMSES) فرعون کا نام ہے، جس کا ایک بڑا مجسمہ اسکے نام والے میدان میں نصب ہے اور یہ مقام قاہرہ کا قلب ہے جو دریائے نیل سے قریب ہے۔ دریائے نیل شہر کے بیچوں بیچ واقع ہے اور دونوں کناروں کو ملانے کیلئے بہت سے پل موجود ہیں اور یہ علاقہ انتہائی خوبصورت اور قاہرہ کی جان ہے۔ دریائے نیل کے دونوں طرف بلندوبالا عالی شان فائیواسٹارہوٹل واقع ہیں جو بیس بیس اور تیس تیس منزلوں پر مشتمل ہیں۔ ڈرائیور سے راستے بھرعربی زبان میں خوب باتیں ہوتی رہیں۔ اور ہم جن مقامات سے گزررہے تھے وہ انکی تفصیل بتارہا تھا۔ راستے میں اونچے اونچے میناروں والی متعدد عالی شان مسجدیں بھی نظر آئیں، جنمیں سے ایک عباسیہ علاقے کی مسجد النور بھی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ یہاں کی سب سے زیادہ شاندار مسجد ہے۔ راستے بھر ہم کو بہت سے اوور فلائی بھی ملے جن پر ٹریفک اپنی پوری رفتار سے جاری تھی۔

ہوٹل ماریٹ میں:- غرض ہم راستے بھر شہر کے خوبصورت علاقوں سے گزرتے ہوئے اپنی منزل (ہوٹل ماریٹ) پہنچے۔ یہاں پر کانفرنس میں شریک ہونے والے بیرونی مندوبین کی چہل پہل نظر آئی۔ ہوٹل کا استقبالیہ وسیع ہال اور برآمدہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور یہ پورا ماحول مغربی طرز کا لگ رہا تھا۔ مگر اس ہجوم میں بعض مشرقی تہذیب کے نمائندے بھی نظرآئے جو باریش اور نورانی چہروں والے تھے۔ ان سے علیک سلیک اور باہمی تعارف ہوا۔ ان میں سے ایک اٹلی میں واقع ایک اسلامی تنظیم کے صدر مسٹرعبدالواحد اور دوسرے جنوبی آفریقہ کی جمعیت العلماء کے صدر جناب عباس علی جینا تھے۔ موخرالذکر خوش قسمتی سے میرے ندوہ کے معاصر بھی نکلے، چنانچہ ۱۹۶۱ء میں ندوہ میں میرا اور ان کا ساتھ رہا۔ پھر وہ دیوبند چلے گئے۔ موصوف اردواور انگریزی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور جوہانس برگ (جنوبی افریقہ) سے انگریزی میں ایک اخبار بھی نکالتے ہیں۔ ان سے مل کر طبیعت بہت مسرور ہوئی کہ پہلے ہی مرحلے میں ایک قدیم شناسا سے ملاقات ہوگئی۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد ہمارا سامان ایکسرے مشین کے ذریعہ چیک کرکے اندر پہنچایا گیا۔ پھر منتظمین کانفرنس نے ہمیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور تھوڑی سی کاروائی کے بعد مجھے کمرہ ۱۰۶۲ اور ڈاکٹرطاہر محمود کو ۱۱۴۷ الاٹ کیا گیا، جو بہت زیادہ پرتکلف اور جملہ لوازمات سے آراستہ تھے۔ مہمانوں کو رات کا کھانا ایک ہال میں کھلایا گیا۔ اس میں انواع واقسام کے اور نہایت درجہ پرتکلف کھانے موجود تھے اور مہمانوں کو پوری طرح چھوٹ تھی کہ اپنے لئے جو چیز چاہے منتخب کرلیں۔ ایک طرف کھانے رکھے ہوئے تھے اور دوسری طرف میز کرسیاں

سجی ہوئی تھیں۔ ہوٹل کی دسویں منزل سے (جس میں راقم سطور کا کمرہ واقع تھا) دریائے نیل کا نظارہ دیکھنے کے قابل تھا جو روشنیوں میں نہایا ہوا ایک خوابناک منظر پیش کر رہا تھا۔ اس البیلے منظر کو دیکھ کر طبیعت مسحور ہوگئی اور میں خوابوں کی دنیا میں کھوگیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا کہ میں الف لیلوی ماحول میں پہنچ گیا ہوں۔ مگر فوراً ہی متنبہ ہوا کہ یہ سب کچھ فانی دنیا کی چکاچوند اور چاردن کی چاندنی ہے۔ جب یہ دنیا اجڑ جائے گی تو یہاں پر کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، سوائے ذات باری تعالیٰ کے۔ (رحمان: ۲۶)۔ دریائے نیل وہ علاقہ ہے جہاں پر بیرونی سیاحوں کا ہجوم نظر آتا ہے۔ راتوں میں یہاں کا ماحول بڑا ہی سہانا اور دلفریب بن جاتا ہے، جو افسانوں کو جنم دیتا ہے۔ یہاں پر مصریوں کا دل دھڑکتا ہے اور زندگی مچلتی ہے۔ ہوٹل ماریٹ سے متصل ایک وسیع اور آراستہ پیراستہ چمن میں ٹیبل کرسیاں سجی ہوئی دیکھیں، جہاں پر لوگ جھلملاتی روشنی میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ یہاں پر ایک وقت کا کھانا کھانے کیلئے ساٹھ مصری پاؤنڈ (تقریباً سات سو روپے) فی کس خرچ کرنے پڑتے ہیں۔

<u>کانفرنس کا آغاز</u>:- ہوٹل ماریٹ (MARRIOT) ایک شاندار پانچ ستارہ ہوٹل ہے جو بیس منزل ہے۔ اور اس کے دو ونگ ہیں، جن کے درمیان ایک عظیم الشان کانفرنس ہال ہے، جو تقریباً ۱۵۰ فٹ لمبا اور ۶۰ ۔ ۷۰ فٹ چوڑا ہے اور اتنا بڑا ہال بغیر ستونوں کے قائم ہے جو جدید انجینئرنگ کا ایک کمال ہے۔ ہال میں ایک طرف اسٹیج تھا جس کے سامنے یو (U) شکل میں مندوبین کے لئے ٹیبل کرسیاں سجائی گئی تھیں اور ہر مندوب کے سامنے متعلقہ ملک کا جھنڈا لہرا رہا تھا اور ساتھ ہی ایک مائیکرو فون بھی رکھا ہوا تھا۔ تمام مندوبین کو حروف تہجی سے شروع ہونے والے پہلے حرف کی مناسبت سے بالترتیب بٹھایا گیا تھا۔ اور اس اعتبار سے سب سے پہلا ملک "اثیوبیا" (ایتھوپیا) اور سب سے آخری یوگوسلاویہ تھا۔ یوگوسلاویہ سے پہلے یمن اور اس سے متصل الھند یعنی ہندوستان تھا، جہاں پر میں اور ڈاکٹر طاہر محمود بیٹھے تھے۔

اس کانفرنس میں دنیا کے تقریباً تمام اہم ملکوں کو نمائندگی دی گئی تھی اور دنیائے اسلام کے علاوہ یورپ، امریکہ، افریقہ اور چین وغیرہ کے نمائندے بھی موجود تھے۔ کل ۷۰ ملکوں کے دو سو نمائندے شریک تھے، جن میں بیس مختلف ممالک کے وزراء بھی تھے۔ پورا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور بہت سے لوگوں کو (جو غالباً مقامی تھے) کھڑا ہونا پڑا تھا۔ اسٹیج پر صدر جلسہ ڈاکٹر محمود حمدی زقزوق، وزیر اوقاف مصر اور صدر مجلس اعلیٰ برائے امور اسلامی کے علاوہ شیخ الازہر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی، سعودی عرب کے وزیر برائے امور اسلامی ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی، اسکندریہ کے پوپ "باباشنودہ ثالث" اور دیگر کئی معززین براجمان تھے۔ ٹی وی کیمروں اور فوٹوگرافروں کی بھرمار تھی جو

مختلف زاویوں سے معزز مہمانوں کی تصویریں لے رہے تھے۔

کانفرنس کا افتتاحی جلسہ :- ۲ جولائی کی صبح بروز جمعرات مصری وقت کے مطابق ساڑھے نو بجے (ہندستانی ۱۲ بجے افتتاحی جلسے کا آغاز ایک مصری قاری کی قراءت سے ہوا۔ اس کے بعد مجلس اعلیٰ کے نائب صدر ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق کی افتتاحی تقریر ہوئی، جس میں انہوں نے کانفرنس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ آج ہم اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑے ہیں اور آج سارا عالم سمٹ کر ایک عالمی قریہ بن گیا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی قومیں منظر سے غائب ہوتی جارہی ہیں اور بڑی طاقتوں کی اجارہ داری قائم ہورہی ہے اور اس کا سب سے زیادہ اثر تیسری دنیا اور خاص کر مسلمانوں پر پڑا ہے۔ لہذا اس نئے منظرنامے میں اہل اسلام کا کیا رول ہونا چاہئیے اور وہ اپنا وجود اور اپنی شناخت برقرار رکھنے کیلئے دوسری قوموں کے ساتھ کس طرح اور کس حد تک تعامل کرسکتے ہیں؟ یہ وقت کا سب سے اہم مسئلہ ہے اور یہ کانفرنس اسی مقصد کے لئے بلائی گئی ہے کہ ہم اپنے ماضی کا شعور رکھتے ہوئے ایک اچھے مستقبل کی تعمیر کس طرح کریں؟ واقعہ یہ ہے کہ مغربی استعمار نے انیسویں اور بیسویں صدی میں تیسری دنیا اور خاص کر اسلامی دنیا پر بہت زیادہ ظلم ڈھائے ہیں اور اس نے ہماری خام پیداوار اور قدرتی وسائل کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے اور ایشیائی وافریقی ممالک کو جی بھر کر لوٹا ہے۔ نیز یہاں کے لوگوں کو اپنے مفاد کے لئے سوائے کلرک اور خادم بنانے کے اور کچھ نہیں کیا ہے۔ حالانکہ اقوام متحدہ نے ۱۹۲۰ء میں استعماریت کے خاتمے کا اعلان کردیا ہے۔ مگر اس کے باوجود استعمار ابھی تک رخصت نہیں ہوا ہے بلکہ اب وہ ثقافتی حملوں کے ذریعہ لوگوں کے افکار وعقائد پر چھایا ہوا ہے۔ عالمی پیمانے پر گرم اور سرد جنگ کے خاتمے اور سوویت یونین کے سقوط کے بعد اب مغرب اسلام کو اپنا "سبز دشمن" تصور کرتا ہے، جس نے بقول سابق امریکی صدر نکسن سوویت یونین کی جگہ لے لی ہے۔

آج ہم سوپر کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور ہمہ جہتی "معلومات" کے ایک انقلابی دور میں داخل ہوچکے ہیں، جو آج امن وسلامتی کی بشارت سنارہا ہے اور بلند آہنگی کے ساتھ انسانی حقوق اور سیاست و ثقافت کے درمیان مفاہمت کی بات کرتا ہے۔ اسی امید پر ہم نے گذشتہ سال "اسلام اور مغرب" کے موضوع پر کانفرنس بلائی تھی۔ آج ہم اکیسویں صدی کو دستک دے رہے ہیں، جب کہ حال یہ ہے کہ آج واقعتاً تہذیبوں کا مقابلہ چل رہا ہے۔ لہذا آج ہم کو نئے دور میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلے اپنے گھر کو درست کرنا ہوگا۔ پھر موجودہ دور کے تقاضوں کو سمجھ کر آگے بڑھنا ہوگا۔ کیونکہ حسب ارشاد الٰہی "عزت" اللہ اور اس کے رسولؐ اور اہل ایمان کے لئے ہے۔

وزیر اوقاف کی تقریر :- کانفرنس کے صدر ڈاکٹر حمدی زقزوق نے اپنی تقریر میں کہا کہ عالم اسلام ہماری دنیا ہی کا ایک حصہ ہے جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں ، لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم نئی صدی میں داخل ہونے کی استعداد پیدا کریں تاکہ ہم عالمی اور مہذب قافلے سے پیچھے نہ رہیں اور یہ امر ہمارے داخلی اور خارجی چیلنجوں پر قابو پانے کا مطالعہ کرتا ہے ۔ چنانچہ آج ہماری ملت متعدد ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے جو ہمیں اقوام عالم کے ساتھ تعاون کرنے اور اپنی پس ماندگی کو دور کرنے میں مانع ہے ۔ اس کے علاوہ بعض اسلامی ملکوں میں ناخواندگی کی کثرت اور دہشت پسندی بھی پائی جاتی ہے اور اس صورت حال کی بنا پر اسلام پر حرف آتا ہے ۔ موصوف نے خارجی چیلنجوں کے بارے میں بتایا کہ بیسویں صدی کے نصف اخیر اور خاص کر آخری دہے میں بعض اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں جن میں سب سے اہم سابق سوویت یونین کا زوال اور ایک واحد سپر پاور کا ظہور ہے اور آج مغرب میں غیر مناسب طور پر یہ خوف پھیل گیا ہے کہ اسلام سوویت یونین کی جگہ لے چکا ہے، جو عالمی تہذیب کیلئے ایک خطرہ ہے ۔ لہذا اب ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے ٹھوس اقدام کرنے کی ضرورت ہے ، تاکہ تہذیبی کش مکش کے بجائے تہذیبی تعاون کی راہ استوار ہوسکے اور عالم اسلام ، عالمی ترقیوں کی راہ میں ہر سطح پر شریک ہوکر پوری دنیا کی بھلائی میں معاون بن سکے ۔ چنانچہ یہ کانفرنس حسب ذیل چار بنیادی مسائل سے متعلق ہے . اسلام کا عالمی موقف تمدن ، سیاست ، اقتصاد اور سائنس کی ترقی کے بارے میں کیا ہونا چاہئیے ؟ ۔

شیخ الازھر کی تقریر :- جامع ازہر کے شیخ ڈاکٹر محمد سید طنطاوی نے افتتاحی اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اکیسویں صدی میں اسلام اور علم دونوں کو ساتھ لے کر داخل ہوں گے ۔ اسلام ہر دور میں علم، عدل اور زندگی کو ساتھ لے کر چلنے اور زندگی کے تمام میدانوں میں اپنی کارکردگی دکھانے کی تاکید کرتا ہے ۔ آج دنیا سکڑ کر ایک چھوٹے سے شہر کی طرح بن گئی ہے ۔ لہذا اسلام موجودہ دور میں ہر قسم کی ترقی کا خیر مقدم کرتا ہے جب تک کہ یہ ترقی انسانیت کی بھلائی کے لئے ہوتی رہے اور ایسی ترقی اسلام سے متصادم نہیں ہوسکتی ۔ کیونکہ اسلام نے علم اور سائنس کی ترقی پر زور دیا ہے ۔ لہذا مسلمانوں کو اس میدان میں ہر مفید کام میں دوسروں پر سبقت لے جانا چاہئیے اور امت مسلمہ کو بیدار کرنے کے لئے اس کے درمیان پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہئیے ، تاکہ وہ اقوام عالم کی قیادت صحیح طور پر کرنے کے قابل بن سکے ۔ موصوف نے آخر میں ایک قرآنی آیت (انفال : ۲۰) پیش کی جس کے مطابق مسلمانوں کے لئے طاقت کا حصول جنگی پیمانے پر ضروری ہے ۔

محمد حسنی مبارک کا پیغام :- جمہوریہ مصر کے صدر جناب حسنی مبارک نے اپنے پیغام میں ۔

جسے وزیر اوقاف نے پڑھ کر سنایا۔ کہا کہ ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں مختلف ممالک ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو کر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ موجودہ دور ایک "عالمی گاؤں" کی طرح ہے جو ایک دوسرے سے تعاون کئے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔ عزلت اور گوشہ نشینی کے لئے اس دور میں کوئی جگہ نہیں ہے ورنہ اس کا لازمی نتیجہ مصالح کا ضیاع ہوگا اور سائنسی معلومات سے فائدہ نہ اٹھانے کی بنا پر سراسر نقصان ہوگا۔ آج جب کہ پوری دنیا اکیسویں صدی میں جانے کی تیاری کررہی ہے تو آج عالم اسلام کے سپوتوں کو، جو دنیا کی پوری آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ چاہئیے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کریں۔ لہذا آج دنیا کے تمام مسلمانوں کو پورے عزم واستقلال کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر کمر کس لینی چاہئیے اور خود کو سائنس اور ٹیکنالوجی سے مسلح کرکے حالات حاضر کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ لہذا ہم کو اپنے تمام باہمی اختلافات ترک کرکے ایک وسیع حکمت عملی کے ساتھ کام کرنا ضروری ہے تاکہ اس سے نئے دور میں عالم انسانی کا تحفظ ہوسکے اور ان مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے حسب ذیل اقدامات ضروری ہیں:

(۱)۔ اسلامی گھر کو اندرونی طور پر نئے سرے سے آراستہ کرنا ہے۔

(۲)۔ آج حقیقی قوت عسکری تیاری میں نہیں، بلکہ علمی (سائنسی) قوت کا حصول، منصوبہ بندی اور جدید ترین دریافتوں سے استفادہ ہے۔

(۳)۔ امت مسلمہ کو دھمکانے اور اسے معطل کرنے والی تمام طاقتوں پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔

(۴)۔ اسلام کے بارے میں داخلی اور خارجی طور پر پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔

(۵)۔ اسلام صرف عقیدہ و شریعت کا نام نہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ وہ اخلاق، تہذیب اور انسانی اقدار کا بھی مجموعہ ہے اور اسلام طلب علم کو ایک فریضہ قرار دیتا ہے جس کا مطلب صرف دینی علم نہیں بلکہ دنیوی علم بھی ہے۔ اسی علم کے ذریعہ انسان زمین پر خلیفہ بن کر اس کائنات کی ہرچیز کو مسخر کرسکتا ہے۔ لہذا آج دنیا کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی غرض سے "اسلامی امور کی مجلس اعلیٰ" (المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیة) نے گذشتہ دو کانفرنسیں: (۱) اسلام اور تہذیب کا مستقبل (۲) اسلام اور مغرب، کے موضوعات پر منعقد کی ہیں۔ چنانچہ اسلام اپنا ہاتھ پوری کشادہ اور پورے شعور کے ساتھ بڑہاتے ہوئے دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ گفتگو اور تعاون کرنا چاہتے ہے، تاکہ اس کے نتیجے میں پوری انسانیت کا بھلا اور امن وسلامتی کا دور دورہ ہو۔ اسی لئے یہ کانفرنس اپنے داخل کی طرف توجہ کرتے ہوئے مسلم قوموں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنی طاقتوں اور اپنے وسائل کو عالم اسلام کے عروج اور اس کی ترقی کے لئے مجتمع

کریں۔ ہم نہ تو کسی خاص قومیت کے داعی ہیں اور نہ فرقہ بندی اور تفوق پسندی کی دعوت دیتے ہیں ۔اسی طرح ہم دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ہمارا مقصد صرف منزل مقصود کی تحقیق واثبات ہے تاکہ امت مسلمہ مثبت اور فعال طور پر ہماری اطراف کی دنیا اور اسکی مشکلات کو حل کرنے میں جٹ جائے اور وہ بلا استثناء تمام قوموں کی بہبود کے لئے کام کرے۔

مصر میں عیسائیوں کا احترام:۔ اس کانفرنس کے افتتاحی جلسے میں سعودی عرب کے وزیر برائے اسلامی امور ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی اور اسکندریہ کے بطریق " باباشنودہ ثالث" نے بھی خطاب کیا اور بعض اہم نکات پر روشنی ڈالی۔ موخرالذکر کو اس کانفرنس میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر دعوت دی گئی تھی اور انہیں احترام کے ساتھ اسٹیج پر بٹھایا گیا تھا، تاکہ اس سے مغربی پروپیگنڈہ کا توڑ ہوسکے کہ مسلم ممالک میں عیسائی اقلیتیں محفوظ نہیں ہیں۔ واضح رہے مصر کی غالب اکثریت (نوے فیصد سے زیادہ) مسلمانوں پر مشتمل ہے اور صرف چندفی صد عیسائی پائے جاتے ہیں۔ مگر انہیں پورے شہری حقوق حاصل ہیں۔ نیز یہ کہ عیسائیوں کا پرسنل لا تک الگ تحریری طور پر موجود ہے اور حکومت اس میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتی۔ اس سلسلے میں تاریخی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلم ادوار میں غیر مسلموں کے حقوق باقاعدہ اور منظور شدہ تھے، جن کی تفصیل فقہ کی قدیم ترین کتابوں میں بھی موجود ہے۔ (جاری ہے)

بقیہ ص ۲۹ سے: کفر کے لیے اصل خطرہ

ان کو موقع مل جائے کہ وہ اسکی مخالفت کریں میں کہتا ہوں کہ قرآن وسنت کسی کی تائید کا محتاج نہیں اور پھر ان لوگوں کی تائید جو امانت، دیانت، شجاعت سے عاری ہیں۔ اسلام بل پاس ہونے سے نہیں آتا ہے بلکہ انقلاب سے آئے گا۔ پھر آپ کو میدان میں آنا پڑے گا۔ اور اسکے لئے فضائر بنانی ہوگی اور یہ بل جو جمہوری اسمبلی کا پاس شدہ ہو ہم ان ہی ممبران کے مقابلے میں اٹھائینگے اور ان کو کہیں گے کہ آپ جو کام کررہے ہیں یہ غلط ہے اور آپ ہی کی آئین میں یہ لکھا ہے کہ قرآن وسنت ملک کا سپریم لاء ہے۔ تو یہ پہلا انقلاب ہوگا جواپنے ملک کے آئین کے ذریعے آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط موت کے پروانہ پر دستخط ہے۔ وہ اس لیے کہ ہمیں قرآن اسی پر دستخط کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

جناب جنرل (ر) حمید گل صاحب

کفر کیلئے اصل خطرہ ـ نظام مدارس

گزشتہ ماہ ۲ ستمبر ۱۹۹۸ء کو لیک ویو ہوٹل اسلام آباد میں جمعیت العلماء اسلام، اسلام آباد کے زیر اہتمام "تائید طالبان کانفرنس" منعقد ہوئی۔ جسکی صدارت جمعیت العلماء اسلام کے قائد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمائی۔ یہ کانفرنس مقررین اور سامعین کے لحاظ سے ایک تاریخی کانفرنس تھی۔ اس میں ملک کی تمام دینی، سیاسی اور جہادی جماعتوں کے سربراہوں نے شرکت کی۔ جن میں مولانا عبدالستار خان نیازی صدر جمعیت العلماء پاکستان، سابق صدر آزاد کشمیر جناب سردار عبدالقیوم خان، جناب ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی پاکستان، مولانا محمد اکرم اعوان، امیر تنظیم الاخوان، مرزا جنرل اسلم بیگ سابق چیف آف آرمی سٹاف، افغان سفیر مولانا سعید الرحمان حقانی اور تحریک احتساب اور آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جناب جنرل حمید گل، حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے امیر مولانا محمد نبی محمدی، لیبیا کے سفیر محمد مصطفیٰ المھلل اور مولانا نور محمد ایم این اے وغیرہ نے شرکت کی۔ تحریک احتساب کے چیئرمین جنرل حمید گل صاحب نے اس موقعہ پر مفصل اور مدلل خطاب فرمایا۔ جو طالبان اور نظام مدارس کے بارے میں انتہائی معلومات آفرین ہے، اسی لئے افادۂ عام کیلئے اس کا خلاصہ نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

(ابتدائی کلمات کے بعد) پہلی بات یہ کہ طالبان کون ہیں اور پھر یہ کہ ہمیں ان کی تائید کیوں کرنی چاہیئے؟ تو پہلے میں اس موضوع پر بات کرونگا۔ کہ طالبان صدیوں سے موجود ہیں۔ یہ لوگ آج کی پیداوار نہیں ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو شہاب الدین غوریؒ کے ساتھ آئے تھے پھر محمود غزنویؒ اور احمد شاہ ابدالیؒ کے ساتھ یہی لوگ تمام معرکوں میں شریک رہے اور جب بھی اسی خطے میں بت پرستی کا دور دورہ ہوتا ہے تو یہ بت شکن وہاں سے اٹھتے ہیں اور ان بتوں کو توڑتے ہیں۔ طالبان دراصل نظام مدرسہ کے پیداوار ہیں وہی نظام مدرسہ جس سے آج مغرب لرزہ براندام ہے کہ اسکو کسی طریقہ سے برباد کیا جائے، ختم اور ناکام کیا جائے۔ ابھی تو چند جہاد کی یونیورسٹیاں ہیں جس میں اولین جہاد

کی یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ ہے جس کے بہت سے فضلاء طلباء اور نمائندے افغانستان میں موجود ہیں ۔ اگر ان جہاد کی یونیورسٹیوں نے پورا اپنے آپ کو عیاں کردیا جو پاکستان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنا رخ بدل دیا تو پھر امریکہ کیا پوری دنیا مقابلہ کیلئے آئے تو ان کا مقابلہ نہیں کرسکے گی ۔ یہ نظام مدرسہ ہے کیا ؟ یہ بات تاریخی طور پر درست ہے کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس وقت مسجدوں میں تعلیم دی جاتی تھی ۔ باقاعدہ مدرسہ کا نظام نہیں تھا ۔ سب سے پہلا مدرسہ خراساں میں قائم ہوا اور یہ نظام مدرسہ ہی کی وجہ ہے کہ وہاں پربےشمار احادیث لکھی گئی ہیں خصوصاً صحاح ستہ وغیرہ وہ خراساں کے علاقہ میں لکھی گئی ہیں ۔ یہاں جتنے صوفیائے کرام آئے ہیں جیسے داتا صاحبؒ، چشتیؒ صاحب وغیرہ یہ کہاں سے آئے ہیں ۔ تو یہ لوگ وہاں سے آئے ہیں یہ گردیزی یہ گیلانی یہ مغل یہ کہاں سے آئے افغانستان سے آئے ۔ تو یہ ایک عجیب لازوال رشتہ ہے یہ تہذیبوں کا بھی رشتہ ہے، دین کا بھی رشتہ ہے ۔ زمین کا بھی رشتہ ہے آپ دیکھتے ہیں کہ ہوائیں، پرندے، دریا وہاں سے آتے ہیں ۔ نظریات وہاں سے آتے ہیں ۔ طالبان وہاں سے آتے ہیں ۔ یہی طالبان نظام مدرسہ کے پیداوار ہیں ۔ نظام مدرسہ کیا دیتا ہے ؟ ۔ ایک تو مفت تعلیم دیتا ہے ۔ انگریز اور امریکہ سمجھ گیا ہے کہ یہی نظام مدرسہ ہمارا مقابلہ کرسکتا ہے ۔ اور یہ ہمارا اصل دشمن ہے اور یہ اس پر حملہ کرینگے اور پھر ہماری حکومت سے کروائینگے ۔ اور ہماری حکومت اس کے لئے فضاء بنا رہی ہے ۔ اور ہمیں اس کا مقابلہ کرنا ہے کیونکہ نظام مدرسہ ہمارا اصل اثاثہ ہے ۔ نظام مدرسہ آدمی کو بصیرت دیتا ہے دانش دیتا ہے ۔ آپ طالبان کو دیکھیں ہمارے حکمران وہ باتیں نہیں کرسکتے جو طالبان کرتے ہیں ۔ حالانکہ یہ سٹوڈنٹس ہیں ۔ انہوں نے کس طرح نظام حکومت سنبھالا ہے ۔ دعوت وجہاد کے برابر عمل کے ذریعے یعنی دعوت بھی دیتے ہیں اور جہاد بھی لہذا ان کو تائید حاصل ہوگئی ۔ طالبان نے افغانستان میں دعوت اور جہاد سے تمام تر فتوحات کیں ۔ امریکہ اور دیگر لوگوں کا یہ الزام بے بنیاد ہے کہ طالبان کے ساتھ پاکستان مدد کرتا ہے ۔ بھائی پاکستانی فوج کی مدد ہم تسلیم کرینگے لیکن اس وقت کہ وہاں جنگ ہوئی ہو لیکن وہاں تو جنگ ہی نہیں ہوئی وہ تو دعوت اور جہاد کے کمبینیشن نے یہ انقلاب رونما کیا کہ و دعوت دیتے ہیں ۔ اور قوم کی طرف سے پذیرائی ہوتی ہے یہ ہے دانش یہ ہے حکمت کہ جنگ کے بغیر آپ فتح حاصل کرسکتے ہیں ۔ یہی ہے فتح مبین ، فتح مکہ کی تاریخ جیسے طالبان نے کرکے دکھایا ۔ یہ وہی بوریا نشین خاک نشین پھٹے کپڑوں کو پہننے والے لوگ ہیں جو اب رونما ہوتے ہیں ۔ روس جب افغانستان میں داخل ہوا تو قوم کے ایک گمراہ حصہ نے اسکی حمایت کی لیکن پھر مدرسہ اور نظام مدرسہ والوں نے یکجا ہوکر اس کا اختتام کردیا ۔ یہ مدرسے صرف وہاں افغانستان میں نہیں ہیں بلکہ

زیادہ مدرسے پاکستان میں ہیں اور اب یہ اٹھتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں استاد اور شاگرد اکھٹے ہوکر۔ استاد کون ہے؟ استاد مولوی محمد نبی محمدی ہے۔ استاد یونس خالص ہے۔ استاد پروفیسر سیاف ہے۔
یہ سارے استاد لیکن ان کے ساتھ انکے سٹوڈنٹس بھی ہیں اور یہ **مل کر** کفر کیساتھ جنگ لڑتے ہیں۔ میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں کہ ایک یہودی افغانستان فلم بندی کیلئے آئے۔ امریکہ کا سی بی ایس ٹیلی ویژن ہے تو وہ آئے فلم بنانے کیلئے۔ اس کا ایک مشہور آدمی ہے اس کا نام ہے ہیلری کلِن۔ تو وہ فلم بنارہا تھا افغانستان کے اندر، اس نے ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جس کے پاس بندوق تھی اور بندوق اس کے قد سے لمبی تھی۔ تو اس نے اسے بلایا اور اسے کہا کہ اس سے پوچھو کہ یہ کیا کررہا ہے؟ اس نے کہا میں جہاد کررہا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ پوچھو کہ یہ جہاد کیوں کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا میں اس لئے جہاد کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے دین کیلئے اور وطن کو آزاد کرنے کیلئے۔ تو وہ صحافی بہت گھبرایا اور کہا کہ دیکھو ایک نو سال کے بچے کے ذہن میں ایک وضاحت ہے اور یہ ہے دین کا علم جو مدرسہ دیتا ہے۔ وہ کیا کہہ رہا ہے یہ چیزوں کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ اس کو علم اور انفارمیشن کی ضرورت نہیں، خبر کی ضرورت نہیں، لہذا یہ وہ معجزہ جو رونما ہوتا ہے۔ جس سے جہاد مکمل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت کے ذریعے سے جہاد و مسلمان افغانستان میں بیدار ہوتا ہے۔ وہ جہاد جو ۱۴۹۲ء میں جو باالکل اپنی آخری حدوں کو پہنچ گیا تھا۔ جب اندلس میں سے ہم ذلیل و خوار ہوکر نکلے تھے۔ تو کیا ہوا تھا۔ جہاد ختم ہوا تھا یعنی ہماری آخری قریبی جنگ جو لڑی وہ ۱۱۹۲ء میں لڑی گئی۔ تو پھر شہاب الدین غوریؒ تشریف لائے وہ اسی ۱۱۹۲ء میں یہاں تشریف لائے۔ تو ۱۹۹۲ء میں جب مجاہدین افغانستان جاتے ہیں تو پھر جہاد کامیاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے روس کو شکست دے کر جہاد کامیاب ہوتا ہے۔ اب جناب سازشیں شروع ہوتی ہیں اور اقتدار کی کشمکش میں اس کو ڈال کر جو استاد تھے وہ بیڈ کریڈٹ ہوجاتے ہیں۔ طالبان اس کا ساتھ چھوڑدیتے ہیں، سٹوڈنٹس ساتھ چھوڑدیتے ہیں۔

ع حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے

تو وہ **اس کو** چھوڑدیتے ہیں۔ اور واپس مدارس کو چلے جاتے ہیں۔ کچھ طالبان اور مجاہدین جو تھے وہ تھوڑی سی لالچ میں آگئے۔ یا وہ حق نہ دیکھ سکے کسی وجہ سے وہ ان استادوں کے ساتھ رہ گئے۔ پھر یہ طالبان اٹھتے ہیں دین کیلئے، حق کیلئے، جہاد کے ثمرات کو سمیٹنے کیلئے، جس چیز کیلئے انہوں نے قربانی دی اس چیز کیلئے اٹھتے ہیں تو پھر وہ سامنے والے طالبان جو ہیں وہ حقیقت جان جاتے ہیں اور انکے ساتھ

مل جاتے ہیں۔ اس طریقے سے طالبان کامیاب ہورہے ہیں۔ طالبان دعوت اور جہاد کے Combination سے کامیاب ہوئے۔ اور مدرسے کی نظام سے۔ اس پر میں کافی گفتگو کرسکتا ہوں مگر وقت کم ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہمیں اس کی تائید کیوں کرنی چاہئیے؟۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں آپ سب سے یہ پوچھتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب اور مولانا اکرم اعوان کی موجودگی میں کہ کیا طالبان ترقی پسند ہیں یا جارحیت پسند؟۔ یہی اصل سوال ہے۔ ترقی پسند کون ہوتا ہے جوکہ ایک جاری نظام کے سامنے جدوجہد کرتا ہے کیا وہی ترقی پسند نہیں۔ جس وقت کمیونزم اور سوشلزم آیا تھا تو ترقی پسندی کا مفہوم کیا تھا؟ کیا یہ نہیں تھا کہ وہ جاری نظام یعنی کیپٹل ازم، ایمپریل ازم استعمار کے خلاف نبردآزما ہو۔ لہٰذا وہ ترقی پسند تھا۔ تو اب اگر وہ کیپٹل ازم اور ایمپریل ازم پھر اپنی نئی آب وتاب کے ساتھ موجود ہے دنیا میں تو اس کے مقابلے میں کون ہے۔ اسلام ہی ہے۔ ترقی پسندی کیا چیز ہے؟ آج اسلام کے عملی طور پرلانے والے نفاذ کرنے والے طالبان ہیں تو طالبان کون ہیں یہ ترقی پسند ہیں یہ انٹی ایمپریل ازم استعمار کے خلاف ہیں۔ یہ اس کی علامت ہے۔ اس لیے ہی استعمار ان کے خلاف ہیں اور استعمار ان پر حملہ کررہا ہے۔ امریکہ کو یہی کرنا چاہئے وہ خوفزدہ ہیں۔ اور اس کا خوف ہونا بھی چاہئیے۔ اصل بات یہ ہے کہ پوری دنیا کے نظام ختم ہوچکے ہیں خواہ کیپٹل ازم ہو، امپیریل ازم، مارکس ازم۔ اب یہ ہمارے دست بستہ کھڑے ہیں اور اس کو چیلنج کرنے والی قوت اسلام ہے اور اسلام کی عملی علامت جہاد اور دعوت ہے اور وہ کہاں پیدا ہورہی ہے افغانستان سے ہورہی ہے لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم اسکی مدد کریں۔ دوسری بات ہے کہ ہم کیوں تائید کریں آپ موازنہ کرلیں جب روس افغانستان میں صادر ہوا۔ تو اس وقت کی حکومت کے صدر ببرک کارمل نے اسے دعوت دی۔ ببرک کارمل کی حکومت کو ہم نے تسلیم نہیں کیا۔ جنرل ضیاء الحق صاحب نے کہا کہ ہم ریکگنائزڈ نہیں کرسکتے۔ تو جب جارحیت کی، روس نے افغانستان کے خلاف ہوئی تو ہمارا رویہ کیا تھا۔ ہم ڈٹ گئے اس وقت امریکی امداد نہیں آئی تھی۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک سال تک کوئی امداد نہیں آئی تھی۔ کلہاڑیوں کے ساتھ، لاٹھیوں کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا۔ پاکستان نے اس کی مدد کی۔ پاکستان نے کہا کہ یہ ہمارا فرض بنتا ہے۔ جارحیت کا نشانہ بنا ہے ہمارا پڑوسی اسلامی ملک تو آج جسکی حکومت کو ہم ریکگنائزڈ کرتے ہیں۔ طالبان کی حکومت کو ہم تسلیم کرچکے ہیں اور انہوں نے کسی کے خلاف جارحیت بھی نہیں کی۔ کسی کے ساتھ ظلم بھی نہیں کیا۔ صرف اپنے ملک کو سنوارنے کیلئے لڑتے ہیں۔ اس کو بگاڑ رکھنے کی بات کررہے ہیں۔ تو آج امریکہ نے جارحیت کی اس کے خلاف۔ اگر امریکہ نے آج جارحیت کی ہے تو ہمارے رویے مختلف کیوں

ہیں ؟ ۔ آج ہم امریکہ کے خلاف کیوں نہیں کہتے کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے ؟ تو آج ہمارا امریکہ کے بارے میں وہ رویہ کیوں نہیں جو ہم نے روس کے بارے میں اپنایا تھا ۔ اس لئے کہ حکمران امریکہ کے پھٹو اور اسی اشیرباد کے منتظر ہیں اور پھر امریکہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ ہمارے پڑوسی ملک کے اندر ایک اسلامی ملک کے اندر جو کہ اپنے معاملات کو سنوارنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ اس کے خلاف جارحیت کی بلکہ پاکستان کے فضائی حدود اور سمندری حدود کی بھی خلاف ورزی کی ۔ اس نے ہماری حمیت کو بھی للکارا ہے ، مگر یہ راز آخر کھل گیا سارے زمانے پر ۔

حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

آج ہم حمیت دین میں پیچھے ہوگئے ہیں ۔ ہم سے مراد قوم نہیں ہے ۔ پاکستانی قوم تو الحمدللہ کبھی بھی پیچھے نہیں ہوئی بلکہ ہمارے حکمران حمیت دین سے بالکل نا آشنا ہیں ۔ ان کو پتہ بھی نہیں کہ غیرت دین کیا ہوا کرتی ہے ۔ جس طرح ابلیس گھبراتا ہے ۔ اس طرح ایک ابلیس ان کے شوریٰ کے اندر کھڑا ہوا اور کہتا ہے کہ افغانیوں کے غیرت دین کا ہے یہ علاج ۔ ملا کو اس کے کوہ دامن سے نکال دو یعنی مدرسے کا نظام ختم کردو ۔ ملا کو نکال دو ۔ پھر غیرت دین ختم ہوجائیگی تو پھر سب کچھ ختم جائیگا ۔ قومیں کبھی بھی بھوک سے نہیں مرا کرتی ہیں ۔ یہ بے غیرتی سے مرا کرتی ہیں اور دیکھ بھی لیا آپ نے کہ افغانستان میں بھوک سے کوئی نہیں مرا ، جہازوں سے نہیں مرا ، بمباروں سے نہیں مرا اور اب یہ کروز میزائلوں سے بھی مریگا ۔ لیکن اگر غیرت دین ختم ہوئی تو پھر سب کچھ ختم ہوجائیگا ۔ طالبان کی ایک اور وجہ کہ ہمیں کیوں تائید کرنی چاہیئے ۔ بھائی انہوں نے کیا بگاڑا ہے ہمارا ۔ پندرہ سو کلومیٹر باڈر ہے ہمارا ان کے ساتھ ایک ہزار کلومیٹر ایران کے ساتھ ہے ۔ چھ سو کلومیٹر ترکمانستان کے ساتھ ہے ۔ تاجکستان ، ازبکستان اور چین کے ساتھ بھی ملا ہے تو پھر آپ بتائیں کہ چار سال سے یہ لوگ موجود ہیں ہمارے بارڈر کے اوپر تو کیا انہوں نے ہمارے لئے کوئی مشکل پیدا کی تو وہ ملا راکٹی جو تھا وہ پاکستانیوں کو لے جاتا تھا پکڑ کر ۔ چینیوں کو بھی لے جاتا تھا ۔ کیا طالبان نے کوئی گڑبڑ کی ، ایران کے ساتھ کوئی گڑبڑ کی ، ترکمانستان کے کوئی گڑبڑ کی ۔ نہیں کسی سے نہیں کی تو پھر جب کوئی گڑبڑ نہیں کی تو پھر کیوں ڈرتے ہو ترکمانستان تو نہیں ڈرتا ۔ تاجکستان کو بڑی تکلیف ہے ۔ ازبکستان کو بڑی تکلیف ہے ۔ ایران بڑا پریشان ہورہا ہے ۔ بھائی بتاؤ کہ انہوں نے بگاڑا کیا ہے تمھارا ۔ لیکن چار سال سے وہ ایران کے باڈر کے ساتھ رہے ہیں کیا یہ اس امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے ۔ اگر ہوئے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے ماضی کے رویے سے ان کا مستقبل کا رویہ مختلف ہوگا ۔ بات

یہ ہے کہ ان کو افغان قوم کی تائید حاصل ہے ۔ کیوں کہ انہوں نے کارنامے بہت انجام دیے ہیں ۔ بہت ملکوں نے شکایت کیے ۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ یہ انہوں نے کردیا وہ کردیا ۔ میں نے کہا کہ اس سے خفہ مت ہو اور نہ طالبان سے خفہ ہو ۔ خفہ ہو ان گھوڑوں سے جس پر آپ نے شرطیں لگائی تھیں وہ بھاگے نہیں ۔ اور جو مال آپ نے ان کو کھلایا تھا وہ انہوں نے طالبان کے حوالے کردیا ۔ اصل میں لوگ افغان قوم کو نہیں سمجھتے ان کی مزاج کو نہیں سمجھتے ۔ یہ بڑے عجیب وعریب لوگ ہیں۔ میں نے بہت سے لوگوں سے کہا کہ تم افغانستان کو تقسیم کرنا چاہتے ہو ۔ تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم کو کوئی ایک افغانی ایسا ملا ہے جو کہتا ہے کہ افغانستان تقسیم ہوجائے تو کہتے ہیں نہیں ۔ میں نے کہا کہ کوئی ایسا افغانی ملا ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں اسلامی نظام نہیں چاہئیے تو کہا نہیں ۔ تو پھر میں نے کہا کہ تم اس کے اوپر کیوں مسلط کرتے ہوئے اپنے نظام کو ۔ تم تو فنڈ منٹلسٹ ہو ۔ اصل فنڈ منٹلسٹی یہ ہے کہ اپنی مرضی کو دوسروں کے اوپر مسلط کرنا چاہے ۔ تو تم اپنی مرضی کو دوسری قوم کے اوپر مسلط کرنے چاہتے ہو ۔ اور یہ نہیں مانیں گے یہ افغان قوم تین چیزیں کرتے ہیں ۔ یہ بیک وقت لڑ رہے ہوتے ہیں ۔ تجارت کررہے ہوتے ہیں اور مذاکرات کررہے ہوتے ہیں ۔ یہ لازمی تین چیزیں ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں ۔ دعوت اور جہاد جو بیک وقت جاری رہتا ہے اور تجارت بھی جاری رہتی ہے ۔ آپ نے دیکھا کہ بہت سے لڑائیاں ہوتی ہیں ۔ اور یہ لوگ اپنے تمام کام بھی جاری رکھتے ہیں ۔ اصل میں بات یہ ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک اور خصوصاً ہمارے علاقے میں غلامی ہمیشہ رہی ہے اور افغانستان نے ہمیشہ آزادی دیکھی ہے اور غلامی دیکھی نہیں ۔ لہٰذا ان کی سوچ ہمیشہ ہم سے مختلف ہے اور ہم ان کو سمجھ نہیں پائے اور نہ اردگرد جو ہمسایہ ممالک ہیں وہ سمجھ پاتے ہیں ۔ اور ایک اور وجہ بھی ہے ۔ پاکستان کے مسائل کیا ہیں ۔ افغان سرحد کا مسئلہ ہے ہمارا ۔ یکجہتی ہمارا مسئلہ ہے ۔ اتحاد ہمارا مسئلہ ہے ۔ ناانصافی ہمارا مسئلہ ہے ۔ بدگماش لیڈرشپ ہمارا مسئلہ ہے ۔ کرپٹ لیڈر شپ ہمارا مسئلہ ہے ۔ کیا طالبان نے یہ مسئلے حل نہیں کردیئے ۔ وہ امن بھی لے آئیں ہیں۔ انہوں نے متحد بھی کردیا قوم کو جس کے اوپر پوری دنیا لگی ہوئی تھی کہ وہ اس کو گڑبڑ کردے اور جہاں انہوں نے وہ اسلام جو ہماری آئین کے اندر ہے ہماری روح کا مسئلہ ہے ۔ کیا انہوں نے اسکو قائم نہیں کردیا تو کیا پھر ہمارا فرض نہیں بنتا ہے کہ جس نے وہ کام کیا جو ہم کرنا چاہتے ہیں ہم اس کی تائید کریں اور کیا یہ درست نہیں ہے کہ دراصل یہ معجزہ ہے نفاذ شریعت کا ۔ اتنی جلدی امن کیسے آسکتا ہے ۔ امن صرف اس وقت آتا ہے جب انصاف ہو اور حکمران باکردار ہو ۔ یہاں پاکستان میں نفاذ شریعت میں ڈنڈی ماری گئی اور کسی ڈنڈ ماری گئی کہ اس کو منتقل کیا ۔ ۲۲۹ کو یعنی جو اسلام سے خائف لوگ ہیں

(باقی صـ۳۳ پر)

مرتب :- مولانا عبدالغنی صاحب (بہاولپور)

حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کی عظمت عظمت والوں کی نظر میں

حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ برصغیر کے اہم علماء کرام (المتوفی ۱۴۰۳ھ - ۱۹۸۳ء) میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ خاتم المحدثین شیخ العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ - ۱۹۳۴ء) کے خاص شاگرد تھے جن کے متعلق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا (اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے)۔ حضرت علامہ سید شمس الحق افغانیؒ، حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید ہی نہ تھے بلکہ ان کی وفات کے بعد ان کے قائم کردہ ادارہ (جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے ان کے مسند نشین بھی رہے اور اس عظیم منصب پر حضرت افغانیؒ کو ان کے استاد شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۶۹ھ-۱۹۴۹ء) نے فائز فرمایا تھا۔

نام ونسب :- حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ سید جلال الدین حیدرؒ کی اولاد سے ہیں جن کا سلسلہ اعجازالحق قدوسی کی کتاب (صوفیاء پنجاب) کے ص ۱۵۵ پر درج ہے۔ نسب یہ ہے۔ سید شمس الحق ابن سید غلام حیدر، ابن سید عالم خان ابن سید سعداللہ خان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ آپؒ کے والد حضرت سید غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ۱۰۹ سال عمر پائی۔ آپکے پردادا حضرت مولانا سید سعداللہ رحمہ اللہ یہ حضرت سید احمد بریلی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور بالاکوٹ کے مشہور معرکہ میں انہوں نے شہادت پائی۔

تحصیل علم :- سب سے پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا سید غلام حیدرؒ سے ابتدائی اور وسطانی کتب کی تکمیل کی۔ اس کے بعد سرحد اور افغانستان کے مشاہیر علماء کرام سے تمام علوم وفنون نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل کی۔ بعدازاں منبع علوم ومعارف دارالعلوم دیوبند میں امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

تدریس :- آپؒ کا تدریسی سلسلہ خاصہ وسیع ہے جسے انتہائی مختصر تحریر کرتا ہوں۔
() حصول تعلیم کے فارغ ہونکے ساتھ ہی آپ کو دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات سرانجام دینے پر مامور کیا گیا۔ () بحیثیت شیخ التفسیر علوم قرآنی کی تعلیم دیتے رہے۔ () بعدازاں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے کام کیا۔ () سندھ کے علاقے میں کافی عرصہ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

تبلیغ ومناظرہ :- ابھی آپؒ دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے تھے کہ آپ کو مناظرہ اور تبلیغی خدمات سونپ دی گئیں۔ آپؒ نے وعظ ونصائح اور مناظروں کے ذریعے ہرباطل تحریک کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کچل کر رکھ دیا۔ خصوصاً شردمانند کی مشہور شدھی تحریک کو اس طرح نیست ونابود کیا کہ اس کا نام تک باقی نہ رہا۔ دارالعلوم دیوبند کے علماء کرام نے آپکی قیادت میں علماء کرام کا وفد شدھی تحریک سے نمٹنے کیلئے روانہ کیا۔ آپؒ نے متعدد مناظروں میں اس تحریک کے سرکردہ پنڈتوں کو بری طرح شکست دی اور ماشاء اللہ کافی تعداد میں ہندو حلقہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ کچھ پنڈت بھی مسلمان ہوئے۔ (ہمارے ہاں بہاولپور میں ایک بزرگ حاجی محمد قاسم صاحب مدظلہ بقیہ حیات ہیں جو ان مناظروں کا آنکھوں دیکھا حال سنایا کرتے ہیں۔

بیعت وارشاد :- آپؒ تین سلسلوں میں بیعت وارشاد کے مجاز تھے۔ (مختصر)

تصنیف وتالیف :- باوجود کافی مصروفیتوں اور مختلف امراض کے کافی تصانیف ہیں جن سے ہر عالم واقف ہے۔ (مختصر)۔

وعظ ونصیحت :- آپؒ کی مادری زبان تو پشتو ہے مگر فصیح اردو کے علاوہ عربی، فارسی، بلوچی، سندھی اور ہندی زبانوں میں فی البدیہہ تقریر پر قدرت رکھتے تھے۔

وزیر معارف الشرعیہ بلوچستان قلات :- نواب آف قلات احمدیار خان رحمۃ اللہ علیہ علم دوست اور مذہبی آدمی تھے۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے درخواست دی کہ مجھے اسلامی منشور دیا جائے تاکہ میں اپنی ریاست میں اسلامی نظام رائج کروں۔ جو منشور حضرت علامہ افغانیؒ نے ہی تحریر کیا۔ جب والی قلات نے وہ منشور پڑھا تو کہنے لگے کہ جس عالم دین نے یہ منشور لکھا ہے انہیں مجھے دیں میں اپنی ریاست کا نظام انھیں سپرد کرتا ہوں تو تقریباً گیارہ سال حضرت افغانیؒ نے ریاست قلات میں اسلامی قانون کے تحت نظام چلایا۔ ماشاء اللہ ابتک بھی ریاست قلات کی عدالتوں میں حضرت افغانیؒ کی کتاب (المعین القضاۃ) اور شرعی ضابطہ دیوانی حیات) سرکاری طور پر قاضی صاحبان کو دیجاتی ہیں۔

وزارت سے استعفیٰ :- ۱۹۵۶ء تک وزارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے پھر جب ون یونٹ بنا تو اس لئے استعفیٰ دیا کہ اب بلوچستان کی آخری عدالت جس کے انچارج حضرت افغانیؒ تھے وہ لاہور ہائی کورٹ کے ماتحت ہوگئی تو یوں حضرت افغانیؒ کے صادر کردہ شرعی فیصلوں کو قانوناً چیلنج کیا جاسکتا تھا تو اس پر حضرت افغانیؒ نے فرمایا کہ یہ شرعی وقار کے خلاف ہے کہ رسول اکرمؐ کی شریعت کے صادر کئے ہوئے فیصلوں پر ان غیرعالم دین کو حق اپیل دیا جائے ۔ اس لئے آپؒ نے استعفیٰ دیدیا ۔ گورنر امیرمحمد خانؒ نواب آف کالاباغ نے بہاولپور تار بھیجا کہ گورنمنٹ آپکو چارمربع زمین ریاست قلات کی گیارہ سالہ ملازمت کے سلسلہ میں دینا چاہتی ہے ملک پاکستان میں جس جگہ تجویز فرما دیا مطلع کریں تاکہ وہ آپ کے نام کردیجائے ۔ ڈاکٹرنیازاحمدمرحوم حضرت کے عقیدت مندوں میں سے تھے ۔ سنٹرجیل بہاولپور میں ملازم تھے ۔ ان کی محنت وکاوش سے لیاقت پور کے علاقے میں زمین تلاش کرلی گئی ۔ جب ہم نے درخواست تیار کی زمین کے نمبر وغیرہ سب مکمل کرلئے اب درخواست حضرت افغانیؒ کو پیش کی کہ دستخط فرما دیں تو حضرت افغانیؒ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے ؟ ساری صورتحال سے آگاہ کیا تو حضرت جیؒ نے یہ فرماتے ہوئے دستخط کرنے سے انکار کردیا (کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا علم دیا ہے اور میں ان دنیاداروں سے درخواست کروں) اگر میرا حق سمجھتے ہیں تو خود دیں میں درخواست نہیں دیتا ۔ نہ دینا تھی اور نہ ہی دی ۔

قیام بہاولپور :- حضرت افغانی نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی کی محاسن اور خوبیاں بیان کرنے کےلیے وقت اوردفتر درکار ہیں اور پھر مجھ جیسا بےعلم وعمل نالائق کی کیا مجال مگر آپکے دس سالہ دور قیام بہاولپور میں کچھ سنا اور کچھ دیکھا تو جی چاہا کہ حضرت افغانیؒ کی برسی ۱۵ اگست ۱۹۹۷ء کے موقعہ پر مختصر سا مضمون تحریر کرکے سعادت حاصل کرلوں ۔

حضرت علامہ افغانیؒ غالباً مئی ۱۹۶۳ء کو بہاولپور میں تشریف لائے ۔ جامعہ اسلامیہ حال " اسلامیہ یونیورسٹی " میں اولاً شیخ التفسیر وبعدہ رئیس الجامعہ کے منصب پرفائز تھے ۔ اس منصب کو حضرتؒ کے علم نے چارچاند لگائے ۔ بہاولپور کا ماحول قدرتی طورپر سادہ، مذہبی اور علم دوست ہے چند ہی دنوں میں ایسی شہرت ہوئی کہ ہر مسلک کا خواندہ اور ناخواندہ شخص آپؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کو اپنی سعادت سمجھتا ۔

گھرپر مجلس :- تو حضرت جیؒ نے لوگوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے روزانہ بعدنماز عصر تا نماز مغرب اپنے مکان پر عوام الناس کو وقت دیا ۔ حضرت جیؒ اگر کہیں مضافات بہاولپور میں تشریف

ہجاتے تو اس وقت پر واپس آنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تاکہ آنیوالے صاحبان کو پریشانی نہ ہو۔ حضرت افغانیؒ نے اپنے قیام بہاولپور کے دس سالہ دور میں پابندی سے یہ وقت لوگوں کو دیا۔ اگر حضرت جیؒ کو کوئی تکلیف مثلاً بخار وغیرہ ہوتا تو بھی لوگوں کو یہ وقت دیتے۔ رمضان شریف میں تو آپؒ کے ہاں افطاری کا پرتکلف انتظام ہوتا۔ بعض اوقات اگر کوئی پابندی سے آنیوالا شخص حاضر نہ ہوسکتا تو خوردونوش کی اشیاء اسکے گھر پہنچواتے۔ اس مجلس میں خواندہ اور ناخواندہ کے علاوہ علماء کرام، شیوخ عظام اور تحصیلدار صاحب سے لیکر کمشنر صاحب اور میجر صاحبان سے لیکر بریگیڈیر صاحب تک اکثروبیشتر حاضر ہوتے رہتے۔ مجلس میں ہر قسم کے علمی سوالات کیے جاتے تو آپؒ ایک ایک سوال کا تفصیل سے جواب دیتے۔ کبھی بزرگان دین کے واقعات سنادیتے۔ کبھی کسی حدیث یا آیت کی تشریح فرماتے۔ اور کبھی تصوف اور منازل سلوک پر گفتگو ہوتی اور کبھی اورادووظائف بیان فرماکر لوگوں کی اصلاح کرتے۔ لوگ اس وقت کا بیتابی سے انتظار کرتے۔ ہم نے حضرت جیؒ کی مجلس میں دنیا کی بات کبھی نہ سنی بس موت، قبر، آخرت اور جنت و جہنم کا ذکر ہوتا۔

حضرت جیؒ کی وجہ سے کافی تعداد میں ایسے علماء کرام نے جامعہ اسلامیہ میں بحیثیت طالبعلم کے داخلہ لیا جو خود درسگاہوں میں بیس سال سے کم و بیش تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ان میں کچھ حضرات کے اسماء گرامی مجھے اب بھی یاد ہیں۔ حضرت حافظ میاں محمد صاحب، غالباً ہانبجی شریف سے ان کا تعلق تھا۔ لاہور سے حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ کے دو صاحبزادے صاحبان تھے۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرحیم مرحوم اور حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہ اور مولانا محمد الیاس مرحوم اور مولانا علی اصغر عباسی مدظلہ بھی لاہور سے تعلق رکھتے تھے۔

توسیعی پروگرام :- رئیس الجامعہ حامد حسن بلگرامی صاحب نے آپکے اور دیگر علماء کرام کے فیوض وبرکات عوام الناس تک پہنچانے کیلئے ہفتہ وار ایک توسیعی پروگرام شروع کیا۔ یہ پروگرام اتوار کو ہوتا جس میں عوام الناس سے لیکر ہر طبقہ کے دانشور، پروفیسر اور جج صاحبان شریک ہوتے۔ آخری تقریر حضرت جیؒ کی ہوتی تھی پھر سارا ہفتہ ہر جگہ اس تقریر کا چرچا رہتا کہ حضرتؒ نے یوں فرمایا وغیرہ۔

درس بیضاوی شریف :- حضرت افغانیؒ جامعہ اسلامیہ میں بیضاوی شریف پڑھاتے تھے۔ اس درس میں علماء کرام ودیگر حضرات پابندی سے حاضر ہوتے۔ علماء کرام کو تو حضرت جیؒ اپنے ساتھ بٹھاتے باقی صاحبان کو طلباء سے پیچھے بیٹھنے کی اجازت تھی۔ وزیر تعلیم یٰسین وٹو صاحب اور غالباً چیف سیکرٹری مسعود صاحب بھی طلباء سے پیچھے بیٹھے۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی یہی طریقہ کار ہے۔

طوالت سے بھی بچنا چاہتا ہوں مگر ایک واقعہ کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں ۔ چیف سیکرٹری اوقاف مسعود صاحب کو ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی صاحب حضرت جیؒ کے کمرے میں ایک ضروری بات ذکر کرنے کیلئے لے آئے ۔ وہ بات یہ تھی کہ چیف صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ نصاب میں سے شرح ملاجامیؒ کی جگہ النحوالواضح رکھی جائے ۔ بس حضرت جیؒ نے جب یہ سنا تو غصے سے آپؒ کا چہرہ سرخ ہوگیا اپنے مخصوص انداز میں حضرت جیؒ نے اپنے چہرہ پر ہاتھ پھرتے ہوئے فرمایا ہاں اپنی کھوپڑی سے بھوسہ نکال کر دیکھو تو پھر آپ کو شرح جامی کا مقام معلوم ہوگا ۔

طریقہ تدریس :۔ حضرت جیؒ کا طریقہ تدریس بھی عجیب انداز کا تھا کہ سبق کے لحاظ سے کوئی قاری صاحب تلاوت کرتا جسے حضرت جیؒ غور سے سنتے اسکے بعد ایک طالب علم سے پوچھتے کیا چل رہا تھا۔ وہ طالبعلم ابھی پہلالفظ منہ سے نکالتا ہی تھا کہ آپؒ فرماتے بس اور اس سے معاً حضرتؒ بیان شروع کردیتے۔

درس قرآن :۔ شہر کے علماء کرام اور عوام کی خواہش پر آپؒ ہفتہ میں دو دن جمعہ اور اتوار کو قرآن شریف کا درس دیتے ۔ یہ درس پہلے مسجد فاروقیہ ماڈل ٹاؤن بی میں اور بعدازاں بہاولپور کی شاہی مسجد میں بیان کیا جاتا تھا ۔ ایک گھنٹہ درس ہوتا، اس درس میں بھی ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے اور دیگر شہروں میں سے بھی پابندی سے لوگ آتے ۔ آپؒ نے یہ درس قرآن مجید دس سال بغیر کسی معاوضہ لئے بیان فرمایا ۔ جج فاروقیؒ صاحب یہ لاہور بینچ میں بہاولپور آئے ہوئے تھے یہ (غیر مقلد) تھے یہ جج صاحبؒ بھی درس میں پابندی سے حاضر ہوتے ۔ اتفاق سے ان دنوں درس بھی ضرورت تقلید پر تھے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان بیان کیجاتی چونکہ میں درس قلمبند کیا کرتا تھا یہ جج صاحبؒ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے یہ آبدیدہ بھی ہوتے اور باآواز بلند بار بار کہتے کہ حقیقت بیان ہورہی ہے ۔ دو درس ابھی تقلید پر دینا باقی تھے کہ یہ جج صاحب لاہور تشریف لے گئے مگر آپ ہوائی جہاز کے ذریعہ ملتان اور پھر عدالت عالیہ کی سبز رنگ کی بہت بڑی گاڑی غالباً لینڈ روور میں بیٹھ کر بہاول پور آتے اور اپنے بقیہ درس مکمل کیے ۔ یہ جج صاحب بھٹو صاحب کے آخری کیس میں بینچ میں تھے اور انہی جج صاحب نے ضیاء الحقؒ کے دریافت کرنے پر (کہ ملک میں کوئی آدمی ہے ؟) بتایا کہ ہاں صرف ایک آدمی ہے علامہ سید شمس الحق افغانیؒ ،اس درس میں بھی حضرت افغانیؒ کا یہی طریقہ تھا کہ قاری صاحب پہلے چند آیات تلاوت کرتے بعد ازاں حضرتؒ ہم سے پوچھتے کیا بیان چل رہا تھا بس ہم ابھی پہلا ہی لفظ منہ سے نکالتے کہ حضرتؒ بیان شروع فرمادیتے ۔ یہی سلسلہ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۳ء تک دس سال رہا۔

علمیت :- حضرت علامہ افغانیؒ کی علمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپؒ نے اس دس سالہ دور میں تعوذو تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے چار رکوع کا درس دیا ایک گھنٹہ درس بیان کرتے کبھی گھنٹے سے زائد بھی ہو جاتا تھا۔ الحمدللہ یہ سب دروس بندہ نے قلمبند کئے تھے۔ ان دروس کی تعداد تقریباً پانچ سو تک بنتی ہے۔

دروس القرآن الحکیم :- دروس القرآن، کے نام سے یہ دروس طباعت ہورہے ہیں۔ پہلی دو جلدیں صرف تعوذاور تسمیہ کی ہیں جن میں کل ۶۲ دروس ہیں۔ تیسری جلد سورۃ فاتحہ کی ہے اس میں ۴۳ دروس ہیں یہ بھی طبع ہوکر مارکیٹ میں آگئی ہے۔ سورۃ بقرہ کی ہر جلد کو ۳۰ دروس پر مشتمل کیا ہے تو یوں کل ۱۳ جلدیں بنتی ہیں۔ ہر جلد تقریباً ۴۰۰ سو صفحات کی بنتی ہے جبکہ سورۃ بقرہ کے صرف چار رکوع پر دروس بیان فرمائے۔

خطبات افغانیؒ :- یہ حضرت افغانیؒ کی تقاریر کا مجموعہ ہے جو آپؒ نے اپنے قیام بہاولپور کے دوران بیان فرمائی تھیں۔ الحمدللہ یہ بھی قلمبند کرلی گئی تھیں۔ جلد اول تو طبع ہوچکی ہے باقی جلدوں کا مسودہ موجود ہے۔

مقالات افغانیؒ :- یہ کتاب حضرت علامہ افغانیؒ کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو یا تو کتابچوں کی صورت میں یا پھر جو مضامین مختلف رسائل میں چھپ چکے ہیں انہیں کتابی شکل دی گئی ہے اس کی جلد اول زیرطباعت ہے جس میں چھ مقالے ہیں انشاء اللہ العزیز چند دنوں میں طبع ہوکر مارکیٹ میں آجائے گی۔ ماشاء اللہ طبع ہوکر مارکیٹ میں آگئی ہے۔

اہم باب :- حضرتؒ کے بیان کردہ دروس کو کمپیوٹر پر کتابت کرایا گیا ہے۔ ہر درس کے صفحات کی تعداد برابر ہے۔ اگرچند منٹ زائد وقت لیا ہے تو ایک آدھ صفحہ بڑھ جاتا ہے۔

عظمت : عظمت والوں کی نظر میں :- برکت کے طور پر سب سے پہلے حضرت شاہ خالد رحمۃ اللہ علیہ خادم الحرمین شریفین کا اسم گرامی بیان کرتاہوں۔

حضرت شاہ خالدؒ خادم الحرمین شریفین :- حضرت علامہ افغانیؒ کو زندگی میں تین مرتبہ عربی زبان میں فی البدیہہ تقریر کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ (۱)۔ دارالعلوم دیوبند میں (۲) کوالالمپور کی اسلامی کانفرنس میں (۳) جامعہ اسلامیہ بہاؤلپور میں۔ جامعہ اسلامیہ بہاؤلپور میں عرب شریف کے قراء حضرات اور قاضی صاحبان تشریف لائے۔ اس موقعہ پر (حجیت حدیث) کے موضوع پر جامعہ اسلامیہ بہاؤلپور کے حضرت شیخ الحدیثؒ نے بیان کرنا تھا مگر عین تقریر کرنے کے وقت سے پندرہ بیس منٹ

پہلے ان بزرگوں نے معذرت کرلی ۔ رئیس الجامعہ حامد حسن بلگرامی صاحب گھبرائے ہوئے حضرت افغانیؒ کے کمرے میں آئے صورتحال سے آگاہ کیا ۔ حضرت افغانیؒ نے بخوشی بیان کرنا قبول کیا اور معاً حال کی جانب تقریر کرنے کیلئے چل دیئے ۔ (یہاں کسی عالم کی شان میں کمی کرنا میرا مقصود نہیں مگر ایک واقعہ ہے جس کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا) ۔ تقریر شروع ہوئی بیان سنکر متحدہ عرب کے قراء حضرات خصوصاً مکۃ المکرمہ کے قاضی صاحب بار بار آواز بلند ۔ مرحبا یا شیخ افغانیؒ ۔ کہتے رہے اور تقریر کے بعد حضرتؒ سے والہانہ انداز میں مصافحہ کیا اور حضرت افغانیؒ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔

جب مکۃ المکرمہ کے قاضی صاحب نے حضرت افغانیؒ کی قابلیت کا ذکر شاہ خالدؒ سے کیا تو آپؒ نے حضرت افغانیؒ کو مدینہ یونیورسٹی میں تعلیمی خدمات سرانجام دینے کی دعوت دی جس سے آپؒ نے کبر سنی کی وجہ سے معذرت کرلی ۔ حضرت شاہ خالدؒ نے حضرت افغانیؒ سے بلا سود بنکاری نظام مانگا جو انہیں پسند آیا غالباً الفیصل نامی بنک کے نام سے سعودیہ میں وہ نظام جاری کیا گیا ہے جو ماشاء اللہ کامیاب جارہا ہے ۔

(۲) ۔ امام العصر حضرت سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ :- جب آپؒ کو نزع کی حالت طاری ہوئی تو علماء کرام رونے لگے آپؒ نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹاکر فرمایا تم لوگ کیوں روتے ہو ؟ عرض کی گئی کہ ایک عالم دین کی جدائی سے ۔ فرمایا کیا میں تم میں (افغانیؒ) نہیں چھوڑے جارہا ۔ راوی حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ، نوراللہ مرقدہ ۔

(۳) ۔ ابن الانور حضرت علامہ محمد انظر شاہ کشمیری دامت برکاتھم (دیوبند) :- میرے عریضے کے جواب میں لکھتے ہیں ۔ تمھارا خط پہنچا تم نے بھی کمال کردیا ۔ حسن ظن کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور پھر مجھ ایسے بے بضاعت وکوتاہ قلم سے حضرت علامہ افغانیؒ کے تفسیری افادات پر (تحیۃ الکتاب) لکھنے کی فرمائش ایک زنگی کو روی قرار دینے کے مترادف ہے ۔ بھلا خاک نشیں ان شخصیتوں کے متعلق کیا لکھے جو آسمان علم پر مہر نیم روز بنکر چمکے اور جنکی رحلت اپنے پیچھے تاریکیاں چھوڑ گئی ۔

(۴) ۔ حضرت مولانا سلطان الحق القاسمیؒ :- یہ بزرگ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ کے ناظم تھے اور دارالعلوم دیوبند کی ستر سالہ تاریخ کے امین تھے اور اپنے فہم وذکاء کی بناء پر اشخاص و رجال کی علمی دسترس پر بھرپور نظر رکھتے ۔ بارہا ان سے سنا کہ حضرت افغانیؒ ان عبقری اشخاص میں تھے جنہیں طلبہ کے بجائے اساتذہ کے استفادہ کیلئے مامور کرنا چاہئیے تھا ۔ (حضرت علامہ محمد انظر شاہ المسعودی دامت برکاتھم ۔

(۵). حضرت شیخ مدنی نوراللہ مرقدہ :- حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ ودیگر علماء کرام دارالعلوم دیوبند میں یہ بحث کررہے تھے کہ کتاب (خلاصۃ الحساب) پڑھانے کیلئے کس استاد صاحب کو دیجائے ۔ اتنے میں شیخ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے فرمایا کہ یہ کتاب کماحقہ یا میں پڑھاسکتا ہوں یا پھر حضرت افغانیؒ پڑھاسکتے ہیں لیکن ہم دونوں مصروف ہیں آگے آپکی مرضی۔

(۶)۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیراحمد عثمانیؒ :- آپؒ جب تحریک قیام پاکستان کیلئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت افغانیؒ کے کمرے میں تشریف لائے اور حضرت افغانیؒ کے کندھے سے پکڑ کر فرمایا کہ اٹھو میری مسند پر بیٹھ کر میرے اسباق پڑھاؤ میں تحریک میں کام کرنے کیلئے جارہاہوں۔

(۷)۔ حضرت علامہ سید بنوریؒ :- ایک مجلس میں بمقام قاسم العلوم ملتان حضرت افغانیؒ کی جانب متوجہ ہوکر فرماتے ہیں:

" لست عالماً اوباكستانياً بل انت ملك انزل الله تعالى من السماء لاصلاحنا "۔

(۸). حضرت علامہ سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ :- آپؒ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا عبدالغنی ، اگر اس شخص (علامہ افغانیؒ) کی عمر سو سال ہو اور سو عالم بھی ان کے پاس بٹھادیئے جائیں تو بھی آپؒ قرآن شریف کی تفسیر مکمل نہیں کرسکتے ۔ بس ان سے تو برکت کے طور پر قرآن شریف کا لفظی ترجمہ کرالیا جائے۔

(۹)۔ حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ :- آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دس سال حضرت افغانیؒ سے علم حاصل کیا ہے اور تقریباً پچاس سال پڑھاچکاہوں اگر اب بھی حضرت افغانیؒ سے دس سال مزید علم حاصل کروں تو حضرتؒ کے علم کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

(۱۰)۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب نوراللہ مرقدہ :- جامعہ اشرفیہ لاہور کے سالانہ جلسے پر جب حضرت افغانیؒ اپنی تقریر سے فارغ ہوکر رخصت طلب کرتے تو حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے افغانی صاحب آپ کا درس قرآن سنے بغیر آپکو چھٹی نہیں مل سکتی تو دوسرے دن نماز فجر کے بعد درس سن کر رخصت عطافرماتے۔

(۱۱)۔ حضرت مولانا رسول خان صاحب :- آپ مدرسہ کے سالانہ جلسے کے موقع پر جب علماء کرام کی مجلس ہوتی تو حضرت افغانیؒ سے سوالات فرماتے ۔ جواب سن کر فرماتے افغانی صاحبؒ ! آپکے آنے سے علمی استفادہ ہوتا ہے۔

(۱۲)۔ حضرت مولانا محمد علی مرحومؒ :- یہ میرے والد بزرگوار ہیں جب آپؒ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون جاتے تھے تو ان دنوں اتفاق سے حضرت افغانیؒ بھی حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ علمی گفتگو ہوتی۔ تو میرے حضرت والد صاحبؒ فرماتے کہ صاحبان حضرت تھانویؒ بہت بڑے عالم ہیں مگر ان کی صحبتؓ میں ایک افغانیؒ عالم سید شمس الحق آتے ہیں جو دیگر نوعیت کے عالم ہیں۔ یہ شخص مٹی کو سونا ثابت کر سکتے ہیں۔

(۱۳)۔ شیخ التفسیر حضرت علامہ عبدالغنی جاجرویؒ :- کوئٹہ سے حضرت مولانا عبدالمالک شاہ صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ حضرت افغانیؒ کے علم بے پایاں اور ذہانت خداداد کے بڑے بڑے جبال علم معترف تھے اور ہیں۔ (حضرت علامہ عبدالغنی جاجرویؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے فرصت ہوتی تو میں علامہ افغانیؒ سے جاکر تفسیر پڑھتا)۔

(۱۴)۔ حضرات علماء کرام دارالعلوم دیوبند:- حضرت افغانیؒ کی وفات کے موقعہ پر دارالعلوم دیوبند میں تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ وہاں حضرات علماء کرام نے بالاتفاق بیان دیا (کہ ہم مطمئن تھے کہ حضرت افغانیؒ حیات ہیں مگر اب ہمیں فکرلاحق ہوگئی ہے کہ اگر عالم اسلام کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو اس کا حل کہاں سے لیں گے)۔

(۱۵)۔ حضرت علامہ سید شمس الحق افغانیؒ :- ایک دن حسب معمول میں حضرت جیؒ کے پاؤں دبارہا تھا آپؒ نے فرمایا عبدالغنی ! (ہم الحمدللہ ہمیشہ مطلوب رہے ہیں طالب نہیں رہے)۔

(۱۶)۔ حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتھم :- حضرت شاہ صاحب مدظلہم کی مجلس میں ایک کتب خانے والے صاحب نے حضرت افغانیؒ کی کتاب (خطبات افغانیؒ) دیکھ کر کہا کہ یہ خطبات فروخت نہیں ہوتیں۔ اس پر حضرت شاہ صاحب دامت براکاتہم نے فرمایا میاں ! یہ وہ خطبات نہیں جو تم سمجھے بیٹھے ہو یہ وہ خطبات ہیں جن پر سے علماء آگے بیان کریں گے اور تصانیف کریں گے۔ تم سمجھے ہو کہ یہ بارہ مہینے والے خطبے ہیں۔

(۱۷)۔ حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم (برطانیہ) :- حضرت علامہ افغانیؒ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : " وما کان قیس هلکه هلک واحد ولکنه بنیان قوم تهدما " قیس کی موت فرد واحد کی موت نہ تھی بلکہ وہ تو قوم کی بنیاد تھی جو منہدم ہوگئی۔

قارئین کرام :- ہمارے تمام اکابر صاحب عظمت ہستیاں ہیں صرف اختصار کیوجہ سے چند ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

جناب عبدالرحمن شاکر صاحب

انٹرنیٹ کا انقلاب ہماری توجہ کا منتظر

یہ ایک تحقیقی مضمون ہے جو روایتی قارئین کے لئے شاید ایک خشک مضمون ثابت ہو تاہم دعوت دین کے لئے تمام ذرائع استعمال کرنے والوں کے لئے واقعی یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ صیہونی اور عیسائی لابی تو اسے دعوت و تبلیغ کا ذریعہ سمجھے لیکن خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار اس سے کنی کتراتے پھریں۔ انٹرنیٹ کے استعمال کے جواز سے متعلق سب سے پہلا فتویٰ علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے دیا تھا اپنے فتوے میں انہوں نے کہا تھا کہ انٹرنیٹ پر آنا مسلمانوں پر فرض ہوچکا ہے انکے فتویٰ کے الفاظ یہ تھے (دخول على شبكة انترنيت فريضة على المسلمين) اس مضمون کی تیاری میں کویت سے شائع ہونے والے ہفت روزہ " المجتمع" اور الریاض سے شائع ہونے والے ماہنامہ " المستقبل الاسلامی " سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (مترجم)

انٹرنیٹ کا انقلاب:- موجودہ دور میں جدید ٹیکنالوجی کے ذرائع اور وسائل کو آزادی سے استعمال کرلینا ایک مسلمان کے لئے کوئی آسان کام نہیں ہے خاص طور پر نشرواشاعت اور اتصالات کے میدان میں مثلاً انٹرنیٹ اور فضائی ٹیلی ویژن اسٹیشنوں کو مسلمانوں کی بہت تھوڑی تعداد استعمال کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے اس انقلاب سے نبرد آزما ہونا اس لئے مشکل ہے کہ یہ غیر اسلامی ٹیکنالوجی دشمنان اسلام کے قبضہ میں ہے چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر اس نئی چیز کو ٹھکرادو جو غیر اسلامی اقدار، تعلیمات اور فطرت سلیمہ سے متعارض ہو، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ایجادات اور ذرائع وغیرہ ہوں ان کو مفید طریقے سے استعمال میں لانا بہرصورت جائز اور مستحسن ہے۔

انٹرنیٹ اتصالات وذرائع میں ایک تہلکہ ہے جو بڑی تیزی کے ساتھ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ یہ پروگرام امریکہ کی نگرانی میں نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل کے لئے شروع کیا گیا تھا۔ دنیا کی بہت سی علمی، تربیتی، ثقافتی، اقتصادی، عسکری، دینی اور سیاسی موٴسسات نے انٹرنیٹ پر آکر معلومات عامہ اور پیغامات کے ساتھ آپس کے رابطوں کو مزید وسعت دی اور اس طرح دنیا جسے گلوبل ویلج کہاجاتا تھا ایک قدم اور آگے بڑھکر صفحہ قرطاس یا کمپیوٹر سکرین پر سمٹ آئی۔ ایک

اندازے کے مطابق انٹرنیٹ سے وابستہ افراد کی تعداد ۸۰ ملین ہے جن میں سے ۵۰ ملین افراد صرف امریکہ میں موجود ہیں۔

ہم انٹرنیٹ پر سینکڑوں غلط عقائد اور معلومات دیکھتے ہیں کہ جن کا اخلاقی اور دینی اقدار سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور ایک مومن مسلمان آدمی کا ضمیر اسے ذرا بھی گوارا نہیں کرسکتا۔ ایسی معلومات فراہم کرنے اور پیش کرنے والے کون لوگ اور ادارے ہیں ذرا جائزہ لیتے ہیں۔ (ہم دیکھتے ہیں کہ انٹرنیٹ پر مختلف کفریہ عقائد اور غلط مذاہب ایسی معلومات کا سبب ہیں جس سے انتشار و فساد برپا ہوسکتا ہے مثال کے طور پر آپ نئے مذاہب ملاخطہ کریں گے۔

سلتی مذہب، ڈس ازم، چوتھا راستہ، موناسٹی ازم، آنکھ مچولی، تنزیک اور شینٹو، الایفاء اور شیطان کے پجاری وغیرہ، ان میں بہت سے مذاہب تو ایسے ہیں کہ جن کے پیروکار ایک ہاتھ کی انگلیوں کی تعداد سے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ لیکن یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ جو بھی بدعتی، فاسق، کافر جب چاہے اپنے گمراہ کن خیالات انٹرنیٹ پر بھیج سکتا ہے اور اس طرح انٹرنیٹ استعمال کرنے والا ہر فرد اگر چاہے تو اسے پڑھ سکتا ہے اس لئے مبتدعین اور کفار بڑی آزادی کے ساتھ بغیر کسی پابندی کے باطل نظریات انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلانے میں مصروف کار ہیں۔

دشمنان اسلام کے ہزاروں ایسے ادارے اور افراد ہیں جو جنسی بے راہ روی کو عام رواج دینے کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہیں اور انٹرنیٹ پر گندی اور عریاں فلمیں چلاتے ہیں، یہ کام چند مغربی رسالوں اور مجلات نے بھی اپنے ذمے لے رکھا ہے کہ وہ اخلاقیات کا جنازہ نکال دیں تاکہ یہ غیر اخلاقی تہذیب لوگوں کے رگ و ریشے میں رچ بس جائے، اس کام کےلئے وہ برہنہ عورتوں کی تصاویر دکھاکر نوجوان نسل کو گمراہ کرنے میں کافی حد تک کامیاب دکھائی دیتے ہیں، بہت سی کمپنیاں نہایت ہی ارزاں بلکہ برائے نام رقم لے کر کنکشن فراہم کررہی ہیں۔ چونکہ انٹرنیٹ پر کسی قسم کی قانونی یا اخلاقی پابندی کا وجود تک نہیں ہے اس لئے جس قسم کا مواد وہ جب چاہیں پیش کردیتی ہیں۔

انٹرنیشنل ڈرگ مافیا نے انٹرنیٹ کے ذریعے منشیات کے فروغ کا کاروبار شروع کررکھا ہے۔ (E-MAIL) کے ذریعے تمام معلومات بڑی آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ وصول ہوجاتی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال عالمی سطح پر اس طریقے سے ۳۰۰ ملین ڈالر تک خرچ کردیئے جاتے ہیں۔ عالمی سطح کے بہت سے انٹیلی جینس اداروں نے انٹرنیٹ کی اہمیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، اس وقت سی آئی اے، موساد، الام ۱۵ اور برطانوی انٹلی جینس جیسے ادارے انٹرنیٹ پر موجود ہیں اور اس طرح مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ان اداروں کے اور اتصالات کا آپس میں رابطہ نہایت

خفیہ طریقے سے جاری وساری ہے کیونکہ یہ سب سے سستا اور محفوظ ترین مخفی طریقہ کار ہے جس سے خطرناک خفیہ کاروائیاں آسان ہوگئی ہیں۔

انٹرنیٹ کی برق رفتار ترقی کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جارہا ہے کہ موجودہ ٹیلی فون سسٹم قصہ پارینہ بن جائے گا۔ انٹرنیٹ پر عیسائیت کی تعلیم کی اشاعت کے لئے ایک بہت بڑے منصوبے پر عمل درآمد کیا جارہا ہے۔ دنیا کو عیسائی بنانے کی سرتوڑ کوششیں جاری ہیں۔ اس منصوبے پر عمل درآمد کے لئے ایک خطیر رقم خرچ کرکے عیسائی مخصوص مقاصد حاصل کرنے میں مصروف ہیں اس سلسلے میں ضخیم مواد پر مشتمل کئی صفحات انٹرنیٹ پر منتقل کئے جاچکے ہیں اور اس کی تیاری پر سینکڑوں ملین ڈالر خرچ کئے گئے ہیں۔

انٹرنیٹ کے استعمال کے جواز سے متعلق سب سے پہلا فتویٰ عالم اسلام کے عظیم مفکر علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے دیا۔ چنانچہ چاہئے تو یہ تھا کہ انٹرنیٹ پر خدمت دین کے جذبے سے سرشار ہوکر اسلامی مسائل اور قضایا کو دنیا کے سامنے صحیح صورت میں پیڈ کیا جاتا مگر مسلمانوں نے اس معاملے میں بالکل کوتاہ نظری سے کام لیا ہے اور اس طرح وہ انٹرنیٹ جیسے فعال، زندہ اور متحرک ذریعہ ابلاغ سے صرف نظر کرکے ایک بہت بڑی غفلت کے مرتکب ہورہے ہیں۔ جبکہ انٹرنیٹ اپنے اثر ونفوذ اور تیزی سے بڑھتی ہوئی مانگ کے بعد سب سے اہم ترین ذریعہ ابلاغ ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ عیسائی اور صہیونی مشنری اداروں کے طرف سے ای میل کے صفحات پر صفحات پیش کئے جارہے ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے "سکوت مرگ" کا سماں ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ مسلمانوں نے انفرادی سطح پر یا کسی ادارے، جامعہ واکیڈمی کے ذریعے مسلمانوں کے مسائل اور قضایا پیش کرنے کی خدمت سے انکار کیا ہو یا اس سلسلے میں مسلم امت کی طرف سے بے حسی کا مظاہرہ دیکھ کر انہوں نے دعوت اسلام اور خدمت مسلمین کے اہم فریضہ سے غفلت برتی ہو۔ اس وقت عالم اسلام کے عظیم مفکر اور داعی انقلاب اسلامی علامہ ڈاکٹر محمد یوسف القرضاوی صاحب کی کوششوں سے برطانیہ اور امریکہ میں عربی اور اسلامی تنظیموں نے اپنی استطاعت کے مطابق کافی کام کیا ہے خود ڈاکٹر القرضاوی صاحب سے ہر ہفتے میں انٹرنیٹ پر اسلام کے حوالے سے سوالات کے جوابات دینے کے لئے ایک طویل نشست کرتے ہیں جس میں عالم اسلام کے مسائل اور اسلام پر اعتراضات کی حقیقت پر کھل کر گفتگو ہوتی ہے۔ یہ تنظیمیں اپنے اکثر پروگرامات عربی زبان میں انٹرنیٹ پر کرتی ہیں چونکہ عربی زبان کو جاننے والوں کی شرح انٹرنیٹ پر بے حد کم ہے اس لئے علامہ یوسف القرضاوی عربی اداروں اور تنظیموں کا کام محدود پیمانے پر ہے لیکن وہ حتی المقدور اپنا فریضہ

سرانجام دے رہے ہیں (یاد رہے کہ انٹرنیٹ کو استعمال کرنے والوں کی واضح اکثریت انگریزی دان ہیں) ۔ انٹرنیٹ پر دین اسلام میں تحریف بھی واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے جو انٹرنیٹ سے منسلک سادہ لوح لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کا ایک زبردست ذریعہ ہے ۔ ایک صاحب انٹرنیٹ سے منسلک ہیں وہ کہتے ہیں کہ " ایک مریض شخص نے مجھے اس وقت تڑپاکے رکھ دیا جب میری انٹرنیٹ پر اس سے ملاقات ہوئی ۔ وہ اپنا نام اسماعیل ظاہر کرتا تھا اور اس کا دعویٰ یہ ہے کہ پہلے وہ مسلمان تھا بعدازاں مرتد ہوگیا (اناللہ وانا الیہ راجعون) اس نے اپنے صفحہ کا نام " المسجدالغریب" رکھا ہوا تھا جس میں اسلام کو بگاڑ کر پیش کیا گیا اور دین حق کی توہین کی گئی ۔

سوال : تم نے دین اسلام کو کیوں ترک کیا ؟ اور تمھاری اسلام سے دوری کا کیا سبب ہے ؟

جواب :- اسلام نے جنسی آزادی کے تصور کو پامال کیا ہے جسکی وجہ سے میں نے عیسائیت قبول کرلی ہے (کیونکہ عیسائیت میں سب کچھ پسندیدہ اور جائز ہے) ۔ اس طرح کے ہزاروں صفحات انٹرنیٹ پر مل جاتے ہیں جنہیں دشمنان اسلام نے اسلام کی اصل اور حقیقی صورت کو بگاڑنے کے لئے استعمال کر رکھا ہے یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بھی اسلام کی حقیقی اور اصل صورتحال واضح کرنے کے لئے الیکٹرانک صفحات انٹرنیٹ پر لائیں اور جدید طریقے سے اسلام کی دعوت پیش کریں ۔

انٹرنیٹ کی چند اصطلاحات :- E-MAIL جسے الیکٹرانک ڈاک کا نام دیا جاسکتا ہے یہ ان فوائد مین سب سے اہم فائدہ جو کہ انٹرنیٹ فراہم کرتا ہے دراصل ای میل انٹرنیٹ کے لئے صدر دروازے کی حیثیت رکھتا ہے اس سہولت کے ذریعہ کوئی بھی فرد دنیا کے جس خطے میں چاہے پیغامات اور ڈاک ارسال کرسکتا ہے اور وصول کرسکتا ہے ۔

USENT NEWSGROUPS :- اسے خبرساں اداروں کے استعمال کا نام دینا زیادہ مناسب ہے اسلئے یہ پروگرام خبروں کے تبادلے اور منتقلی کیلئے مشترکہ اہتمام ومفاد رکھنے والے ادارے استعمال کرتے ہیں ۔ FTP :- اس پروگرام کو فائلوں کے تبادلے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ، اس پروگرام نے صارفین کو فیکس اور ڈاک کے جھمیلوں سے نجات دلائی ہے ۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق انٹرنیٹ کے ذریعے ۱۰ لاکھ صفحات سیکنڈ کے دسویں حصے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کئے جاسکتے ہیں اور کس قدر حیرت کی بات ہے کہ فائلوں کے اس تبادلے کے سلسلے میں اٹھنے والے اخراجات ایک لوکل کال سے بھی کم ہوتے ہیں ۔

TELNET :- اس پروگرام کے ذریعے مختلف مکتبوں اور لائبریوں سے متعلق واضح اور پر مغز

معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں جسکی تلاش میں صرف کیا جانے والا کثیر وقت بچ جاتا ہے اور آدمی کم وقت میں زیادہ فوائد حاصل کرلیتا ہے ۔ GOPHERA :- یہ پروگرام مختلف عالمی ذرائع Inter Resource سے متعلق اندرونی حقائق تک رسائی اور ان میں داخل ہونے سے متعلق راہنمائی کی فہرست مہیا کرتا ہے ۔(WWW)World Wiede Web یہ پروگرام انٹرنیٹ کا سب سے اہم اور بنیادی پروگرام ہے یہ کافی حدتک سابقہ پروگرام سے مماثل ہے ۔ اس پروگرام کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کمپیوٹر سے کسی کلمہ یا نام سے متعلق معلومات چاہتے ہوں تو اس پروگرام (WWW) کے ذریعہ اس کلمہ یانام سے تعلق رکھنے والے تمام ناموں ، چیزوں اور جگہوں کی ایک فہرست آپکو دکھائی دے گا ۔ مثال کےطور پراسلام سے متعلق جاننا چاہتے ہیں تو ISLAMIC-LINKS سے متعلق تمام اسلامی مراکزاور مقامات اور خلاف اسلام یعنی(اینٹی اسلام)امور بھی چند سیکنڈوں میں آپکے سامنے موجود ہونگے۔اس پروگرام کے ذریعے آپ پوری دنیا میں اپنا کوئی اعلان ، اشتہار یا پیغام انتہائی کم قیمت پر پہنچا سکتے ہیں۔ اسیطرح آپ عالمی خبروں کے مراکز (CENTERS) سے نئی نئی اور تازہ ترین خبریں بھی معلوم کرسکتے ہیں مثلاً سی این این (CNN) وغیرہ آپ کو عالمی تازہ ترین خبریں فراہم کردیتا ہے FREETEL :- اس پروگرام میں آپ انٹرنیٹ کے ذریعہ فون کرسکتے ہیں اس فون پر صرف لوکل کال کا خرچ آئے گا چنانچہ کہا جارہا ہے کہ موجودہ ٹیلی فون سسٹم عنقریب قصہ پارینہ بن جائے گا اور لوگ اس کے استعمال میں دلچسپی کم کردیں گے ۔ یہ صرف دیوانے کی بڑھ ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت سے اس کا گہرا تعلق ہے ۔ ان حقائق کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو شخص فاؤنڈیشن ، تنظیم، کمپنی یا ادارہ انٹرنیٹ سے منسلک نہیں ہے بہرحال وہ دنیا سے کٹا ہوا ہے اور وہ ماضی کی تنگی اور جہالت میں زندگی بسر کررہا ہے ۔ اس سے یہ بات بعید تر ہے کہ وہ مستقبل پر کچھ اثرانداز ہوسکے گا ۔

(بحوالہ ماہنامہ " المصباح" لاہور)

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

پوسٹ بکس نمبر 1485۔اسلام آباد

داخلہ برائے تربیت ائمہ کورس نمبر 41

دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اندرون وبیرون ملک تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔اکیڈمی دیگر پروگراموں کے ساتھ ائمہ مساجد کی تربیت کا سہ ماہی کورس گذشتہ بارہ برس سے مسلسل منعقد کررہی ہے جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، عربی زبان، تقابل ادیان اور حالات حاضرہ کے علوم کی تدریس کے فرائض ان کے ماہرین انجام دیتے ہیں۔کورس کیلئے منتخب ائمہ مساجد کو دوران تربیت مفت طعام وقیام اور درسی کتب کے علاوہ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

تربیت ائمہ مساجد کا اگلا کورس ۲۵ جنوری ۱۹۹۹ء سے شروع ہوگا جس کیلئے مساجد کے امام اور خطیب حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں:

شرائط داخلہ:۔

(۱) درخواست دہندہ کسی دینی مدرسہ کا فارغ التحصیل ہو۔ (۲) کسی مسجد میں امام یا خطیب ہو۔

(۳) عمر کی حد ۲۵ سال سے ۴۰ سال ہو (۴) منتخب حضرات کو تین ماہ مسلسل اکیڈمی میں حاضر رہنا ہوگا۔

(۵) سرکاری ادارے سے تعلق رکھنے والے حضرات اپنے محکمہ کے توسط سے درخواست ارسال کریں

(۶) درخواست میں درج ذیل معلومات لازماً تحریر کی جائیں۔

☆ نام معہ ولدیت ☆ تاریخ پیدائش ☆ مکمل پتہ ☆ تعلیمی اسناد کی مصدقہ نقول

☆ مسجد سے وابستگی کا سرٹیفکیٹ ☆ شناختی کارڈ کی مصدقہ نقل ☆ دو عدد پاسپورٹ سائز تصاویر۔

درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ ۵ نومبر ۱۹۹۸ء ہے۔ حتمی شرکاء کورس کا انتخاب متعلقہ سلیکشن کمیٹی کرے گی۔

انچارج تربیت ائمہ کورس

دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (فیصل مسجد) اسلام آباد۔

فون: 3-858640، فیکس: 51-92-261648

جناب ریٹائرڈ میجر ہدایت الرحمن نوشہرہ

فہم اسلام، نفاذ شریعت اور سی ٹی بی ٹی

قوموں کی زندگی میں درپیش ہر بڑا واقعہ نئی سوچ اور رجحان کا باعث بنتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس پاکستانی قوم کی پچاس سالہ زندگی میں رونما ہونے والے چار بڑے واقعات، آزادی پاکستان، سانحہ مشرقی پاکستان، شکست روس اور حالیہ ایٹمی دھماکے سے کوئی ایک بھی واقعہ ہماری نئی قومی سوچ یا رجحان کا باعث نہ بن سکا۔ اسکی وجہ ہر واقعہ کے بعد مناسب لائحہ عمل (Follow up action) کا اختیار نہ کرنا ہے۔ نتیجتاً آج ہم قومی زندگی کے لئے تنکوں کا سہارا تلاش کررہے ہیں۔ ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کا حکومتی ارادہ یا شوشہ تکمیل اور عدم تکمیل ہر دو صورتوں میں پانچویں بڑے قومی واقعہ کا باعث ہوگا۔ نفاذ شریعت کے لئے مجوزہ پندرہویں آئینی ترمیمی بل پر اٹھنی والی تنقید کی صرف دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ تنقید کرنے والوں کے فہم اسلام میں کمی یا مجوزہ ترمیمی بل میں ایسی دفعات کا شامل ہونا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں، اسکے علاوہ اگر کوئی وجہ ہو سکتی ہے تو وہ اختلاف رائے کی ایک طرف یا دونوں اطراف بدنیتی، کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ بہر کیف ایک حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اگر خدانخواستہ پندرہویں آئینی ترمیمی بل پر اختلاف رائے کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رفع نہ کیا گیا اور اسلامی نظام کے نفاذ کے طریق کار کو قرآن اور سنت کا تابع نہ کیا گیا تو ان کے خطرات اثرات نہ صرف پاکستان کو لے ڈوبیں گے بلکہ یہ امت مسلمہ کے روبہ زوال صورت حال کو مزید ابتر کرنے کا باعث بھی اس لئے بنے گا کہ اسلام دشمن قوتیں اس ناکامی کو اسلام سے منسوب کرتے ہوئے مخالف اسلام سرگرمیوں کو تیزتر کرینگی۔

پندرھویں آئینی ترمیم کو قوم کے سامنے لانے کے فوراً بعد حکومت نے سی ٹی بی ٹی کو پندرھویں آئینی ترمیمی بل پر ترجیح دیتے ہوئے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں زیر بحث لاکر اپنی حماقت ظاہر کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ CTBT پر دستخط کرنے یا نہ کرنے کا اثر براہ راست پاکستان کی دفاعی صلاحیت پر پڑتا ہے۔ پاکستان کی سلامتی اور مستقبل سے وابستہ اہم ترین فیصلہ ایک ناکارہ نظام کے پیدا کردہ حالات میں مناسب ہوگا اسکو مجوزہ نئے نظام کے لاگو ہونے تک موخر کرنا دانشمندی ہے۔ کیا یہ سمجھنے کیلئے کوئی بڑی عقل کی ضرورت ہے کہ CTBT اور ڈالر کا منسلک (Linkage)

فائدہ مند ہوگا یا اسلامی نظام اور CTBT کا۔ CTBT پر دستخط کرنے کے مسئلہ نے موجودہ قیادت کے عقیدہ کو امتحان میں ڈال رکھا ہے۔ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اسلامی نظام قربانی اور خوشحالی کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ سے اگر ایک طرف ڈالر کی خلاقوی قربانی سے پر ہوگی تو دوسری طرف یہ ایک ایسی خوشحالی کا باعث بنے گا جو کسی غیر کی مرہون منت نہ ہوگی۔ کیا ایسی صورت حال میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا فیصلہ موخر کرنا مذہبی، سیاسی اور منطقی، ہر لحاظ سے موزوں نہیں ہوگا۔ قرآن وسنت کو ملک کا سپریم لاء (Supreme Law) بنانے کا ارادہ اگر پکا اور مخلصانہ ہے تو قرآن وسنت ہی سے سی ٹی بی ٹی کے مسئلہ پر راہنمائی حاصل کرنی ہوگی بصورت دیگر کوئی لاکھ جتن کرے بدنیتی ہرگز نہیں چھپے گی۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ " اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالہ کیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرلیا کرو خدا تمھیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بے شک خدا سنتا (اور) دیکھتا ہے، مومنو! خدا اور اسکے رسولؐ کی فرمانبداری کرو اور جو کوئی تم میں صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور رسولؐ (کے حکم) کیطرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اسکا مآل (انجام) بھی اچھا ہے۔(سورۃ نساء رکوع : ۸)

یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئیے کہ CTBT پر دستخط نادہندہ (Defualt) ہونے سے اگر چند مہینوں تک بچا بھی دے یہ ایک مستقل چھوٹ (Relief) ہرگز ثابت نہیں ہوگا۔ اور (Default) ہونے کے خوف کو اس وقت تک (Exploit) کیا جاتا رہے گا جبتک ہماری اپنی صلاحیت کو (Roll back) نہیں کرالیا جاتا۔ سی ٹی بی ٹی اگر بظاہر ایک بے ضرر معاہدہ نظر آتا ہے لیکن اس کے (Unwritten clauses) میں ہماری تباہی پوشیدہ ہے۔

سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے فیصلہ کو مؤخر کرنے کیلئے اسلامی نظام کے نفاذ کا ارادہ ایک معقول اور (Convining) وجہ بن سکتی ہے۔ دباؤ ڈالنے والی طاقت کو کہا جاسکتا ہے کہ یہ فیصلہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اتنا اہم ہے کہ یہ نئے نظام کے نفاذ سے پیدا ہونی والی صورت حال کو مدنظر رکھ کر ہی لیا جاسکتا ہے۔ حکومتی نظام میں جوہری تبدیلی لانا کوئی معمول کی بات نہیں ہوتی۔ اگر یہ بات درست ہے کہ ہم موجودہ قومی صورت حال سے مایوس ہوکر نئے نظام حکومت ومعاشرت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو کیا اس قسم کی مایوس کن صورتحال میں CTBT جیسے اہم معاہدے پر دستخط کرنا عقل مندی ہوگی۔

نواز شریف حکومت کی سابقہ غلطیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اندیشہ ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط ہوکر رہے گا۔ چونکہ ایسا کرنے سے امریکہ خوش ہوتا ہے اور یہ سعادت حاصل کرنا نہ صرف نواز شریف کی تمنا ہے بلکہ بے نظیر بھی یہ موقع ہاتھ سے کھو بیٹھنے نہیں دیگی۔ یہ وہ زمینی حقیقت ہے جس نے پوری قوم کو امریکہ کا یرغمال بنائے رکھا ہے۔ لیکن تابہ کہ نواز شریف اور بے نظیر دونوں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ پاکستان کی فضائی خلاف ورزی کے نتیجہ میں امریکہ کے خلاف نفرت (Popular anger) ابھی ٹھنڈا نہیں پڑچکا ہے۔ سی ٹی بی ٹی پر دستخط جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہوگا اور قوم امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے والوں کے ساتھ ایسی نبٹے گی کہ ان کے چاروں طبق روشن ہوجائینگے۔

حکومت اگر ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے میں مخلص ہے تو امریکہ کے ساتھ سودا (Deal) کرنے میں اس جرات کا مظاہرہ کرے جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ آج ہمارے پاس قرض ادا کرنے کیلئے وسائل نہیں ہیں تو ہمیں قومی حمیت گروی رکھنے کے بجائے واضح الفاظ میں متعلقہ مالیاتی اداروں کو کہنا چاہئیے کہ ہمیں مناسب مہلت دے۔ ہم بلاشک کرپشن (Corruption) اور غلط منصوبہ بندیوں کے طفیل اگر آج اپنے وعدے (Commitment) پوری کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں لیکن ہم ایک ایسے نظام کیطرف قدم بڑھارہے ہیں جو عدل وانصاف کا ضامن ہے اور جسکے لاگو ہوتے ہی ایک طرف اگر قومی خزانے سے لوٹی ہوئی دولت واپس آنی شروع ہوجائیگی تو دوسری طرف اسلامی تعلیمات کے تحت کفایت شعاری پر سختی کے ساتھ عمل درآمد کرتے ہوئے بہت ہی کم عرصہ میں اپنے واجبات ادا کرنے کے قابل ہوجائینگے۔ اس موقف میں وزن پیدا کرنے کیلئے ہماری قیادت کو اپنی پرتعیش زندگی کو خیرباد کہنا ہوگا اور سادگی وکفایت شعاری کی نظر آنے والی ایسی مثال قائم کرنی ہوگی کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کو یقین آجائے کہ ہمارے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

درحقیقت ہماری قیادت نے جعلیت اور نااہلیت کی ان سرحدوں کو چھوا ہے کہ اس پر سے اندرون ملک اور بیرون ملک، اعتماد اٹھ چکا ہے۔ حالات کے تقاضوں کے برخلاف جانے کی روش اور قول وفعل میں تضاد دستیاب قیادت کی وہ کمزوریاں ہیں جو کسی بھی وقت ہماری نیوکلیئر صلاحیت کو Impotent کریگی۔ ایٹمی دھماکے کرنے کے بعد تو چاہئیے یہ تھا کہ ہم امریکہ پر واضح کردیتے کہ "ہم اب تمھاری غلامی سے آزاد ہیں" لیکن اس کے برعکس ہمارے معذرت خواہانہ انداز سے امریکہ کو ہماری فضاؤں میں ٹام ہاک کروز میزائل اڑانے کی جسارت کی ترغیب ملی۔ قیادت کے قول وفعل میں تضاد کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ موجودہ بدترین اقتصادی بحران کے باوجود

باقیوں کو تو چھوڑ دیں رائے ونڈ کا امیر ترین نواز شریف بھی اسلام آباد کے غریب ترین نواز شریف کی مدد کے لئے سامنے نہ آسکا۔ بہرکیف پاکستانی قیادت نے معیشت کے ساتھ تو جو کرنا تھا وہ کر بیٹھے اب اسلام کے ساتھ ان کا مذاق قوم ہرگز برداشت نہیں کرے گی۔ ایک مذہبی نظریاتی ملک میں اگر اسلام آئینی شکل میں نافذنہ بھی ہو تب بھی مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ہر معاملہ پر اسلامی تعلیمات واحکامات کی روشنی میں غور کرے۔ اب پاکستانی مسلمان کے دل میں حقیقت راسخ ہو چکی ہے کہ مشکلات سے نجات کا واحد ذریعہ اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ حکومت جو کہ بظاہر اسلامی نفاذ کے نفاذ میں مخلص نظر نہیں آرہی ہے خود اپنے جال میں پھنس گئی ہے۔ بہتر ہوگا کہ حکومت جب تک اسلامی نظام کے لئے قانون سازی کا عمل نہیں کرتی صدارتی آرڈننس کے ذریعہ وہ اقدامات فی الفور اٹھالے جو معیشت کو سنبھالا دے سکے۔ مثلاً تمام سرکاری سٹاف کاروں کے استعمال پر (بلالحاظ منصب وعہدہ) پابندی، صدر، وزیر اعظم، گورنرز اور وزرائے اعلیٰ کے خصوصی طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کے استعمال پر پابندی وغیرہ اس قسم کے اقدامات اگر دھماکے کرنے کے ساتھ ہی اٹھالیے جاتے تو امریکہ کو خود انحصاری کا پیغام (Message) سمجھ آچکا ہوتا اور وہ خود اپنے ہی مفاد میں پاکستان کے خلاف اقتصادی پابندیاں لگانے سے گریز کرتا۔ لیکن امریکہ کو خود انحصاری کے کھوکھلا پن سمجھنے میں دیر نہیں لگی اور Desiredresults حاصل کرنے کیلئے اقتصادی پابندیاں لگانے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔ پوری قوم جانتی ہے کہ پاکستان کے خلاف امریکہ کے عزائم کیا ہیں۔ ڈالر کے ہتھیار کو کتنے مرحلوں میں پاکستان کے خلاف استعمال کیا جائے گا اور بالآخر کونسا مقصد حاصل کیا جائیگا۔ یہ سب اگرچہ نوشتہ دیوار ہے لیکن ہماری کوتاہ بین قیادت اقتدار کی حوص کا اس بری طرح شکار ہے کہ اس نے اس طرف آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور امریکہ کو خوش رکھنے کیلئے ایک دوسرے سے بازی لینے کی کوشش میں ہمہ وقت سرگرم ہے۔ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے میں نواز شریف اور بے نظیر کا غیر فطری اتفاق اگر ایک طرف ان دونوں کیلئے اقتدار میں رہنے یا آنے کا سبب بن سکتا ہے تو دوسری طرف قومی خزانہ سے لوٹی ہوئی دولت کے تحفظ کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں اچھی طرح جانتے ہے کہ دستخط کرنے کی صورت میں ملکی اقتصادی صورتحال مزید ابتر ہوگئی اور قوم ان دونوں کو قومی خزانہ سے لوٹی ہوئی دولت واپس کرنے پر مجبور کریگی۔

اندریں حالات تمام دانشوروں، مذہبی لیڈروں، صحافیوں اور فہمیدہ طبقے پر آج یہ ایک قومی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ہم آواز ہوکر حکومت کو نفاذ شریعت سے قبل سی ٹی بی ٹی کے مسئلہ پر دستخط کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

جناب لیفٹننٹ ریٹائرڈ کرنل محمد اعظم خان صاحب (اکوڑہ خٹک)

فاتح اندلس

موسیٰ بن نصیر کا شمار اسلامی دنیا کے ان ممتاز ترین جرنیلوں میں ہوتا ہے جن کا نام زبان پر آتے ہی ہر مسلمان کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ ایک مغربی مؤرخ ایس پی سکاٹ نے موسیٰ بن نصیر کا تعارف ان الفاظ میں کیا ہے: "موسیٰ بن نصیر کی ہمت و استقلال بے نظیر تھی۔ وہ موت اور تکالیف سے ڈرنا جانتے ہی نہ تھے۔ ان کی فراست اور دوراندیشی ایسی تھی کہ جس پر الہام کا گمان ہونے لگتا ہے۔ ان کا جوش دینی دیوانگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ اور ہر وقت رحمت الہیٰ پر بھروسہ اور توکل رکھتے تھے۔ فرائض مذہبی اور صوم و صلوۃ کے سخت پابند۔ ان کی تقریریں فصیح و بلیغ اور دل میں اتر جانے والی اور ان کی ہوش مندی اور عاقبت اندیشی سرب المثل تھی"۔

موسیٰ بن نصیر جن کا پورا نام موسیٰ بن نصیر بن عبدالرحمن بن زید البقری تھا اور تاریخ اسلام میں فاتح مغرب و اندلس کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ سن ۱۹ ھجری بمطابق ۶۴۰ء عیسوی ارض شام کے ایک گاؤں کفرمزی کے قبیلہ بنولخم میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت امیر معاویہؓ کے قریبی مصاحبوں میں سے تھے۔ موسیٰ بن نصیر شام کی پولیس کے اعلیٰ افسر کے عہدے پر تعینات تھے اور اپنی جرات و تقویٰ کی بنا پر مشہور تھے۔ نصیر کا نام اس وقت سامنے آیا جب اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے انہیں بصرہ سے خراج وصول کرنے کیلئے حاکم مقرر کیا۔ انہی ایام میں موسیٰ خلیفہ کے چھوٹے بھائی عبدالعزیز بن مروان والی مصر کی نظر میں آئے اور وہ انہیں افریقہ کا حاکم بناکر ساتھ لے گئے۔ تاریخ کے مختلف ذرائع موسیٰ بن نصیر کے افریقہ کا حاکم مقرر ہونے کی تاریخ پر متفق نہیں۔ ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر گمان غالب ہے کہ یہ تاریخ ۷۹ ہجری ۶۹۸ء کے لگ بھگ ہے۔ عبدالملک کے عہد خلافت میں خستان نے ملکہ واسیہ کو جو کاہنہ کے لقب سے مشہور تھی، شکست دے کر سارے شمالی افریقہ میں ایک حد تک امن بحال کر دیا تھا مگر یہ دیرپا ثابت نہ ہوا۔ افریقہ کے بربری قبائل جو خستان سے ڈرتے تھے، اس کے عہد ولایت میں خاموش رہے۔ مگر عبدالملک کی وفات کے بعد جب موسیٰ وہاں کا حاکم مقرر ہوکر آیا تو بربری قبائل بغاوت پر اتر آئے۔ موسیٰ بن نصیر نے

پے در پے شکستیں دے کر تمام بغاوتوں کو کچل دیا اور شمالی افریقہ میں جس قدر رومی تھے، سب کو نکال باہر کیا، کیونکہ ہر بغاوت اور ہر سازش کے پیچھے انہی لوگوں کا ہاتھ تھا۔ موسیٰ کی ان فتوحات اور پیش بندیوں کے باعث تھوڑے ہی عرصے میں ہر طرح امن وسکون بحال ہوگیا۔ اب موسیٰ بن نصیر ملکی انتظام کی طرف متوجہ ہوئے اور ایسی خوش اسلوبی سے امور سلطنت ترتیب دیئے کہ رعایا خوش حال ہوگئی۔ موسیٰ بن نصیر کی رواداری، عدل اور حسن سلوک کو دیکھ کر تمام بربری قبائل اس کے گرویدہ ہوگئے اور ہر روز بے شمار افریقی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے میں تمام بربری قبائل مسلمان ہوگئے۔ چنانچہ جب طارق بن زیاد کے زیر کمان اسلامی فوج اندلس کے ساحل پر اتری تو یہ فوج زیادہ تر بربری قبائل پر مشتمل تھی۔

جس زمانے میں افریقہ اور مغرب کی زمام اقتدار موسیٰ بن نصیر کے ہاتھ میں تھی اس زمانے میں سپین کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہر طرف ظلم وجور کا بازار گرم تھا۔ ملک بڑے بڑے جاگیرداروں میں منقسم تھا جو شاندار محلوں میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہودیوں کی حالت تو اور بھی قابل رحم تھی۔ اس تمام جبروتشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانوی رعایا بھاگ کر شمالی افریقہ میں مسلمانوں کے زیر سایہ پناہ لینے لگی۔ ان مظلوموں سے سپین کے حالات سن کر موسیٰ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس پر حملہ آور ہوکر خلق خدا کو ان درندہ صفت انسانوں سے نجات دلائے۔ اس ارادہ کو مزید تقویت کاؤنٹ جولین کے مشورہ نے دی۔ جو علاقہ قیوطہ کا حکمران تھا۔

سپین کا یہ علاقہ افریقی ساحل سے نزدیک ترین تھا۔ کاؤنٹ جولین نے جو سپین کے حکمران فریڈرک سے پہلے ہی شاکی تھا ایک روز موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوکر امداد کی درخواست کی۔ موسیٰ نے دربار خلافت سے ہسپانیہ پر فوج کشی کی اجازت مانگی تو ولید نے لکھا کہ امتحان کے طور پر کوئی دستہ بھیج کر وہاں کے حالات کا اندازہ کرو، اگر حالات موافق ہوں تو چڑھائی کردو۔ اس پر موسیٰ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام طریف بن مالک کو پانچ سو سپاہیوں کا ایک دستہ دے کر روانہ کیا۔ طریف جولائی ۷۱۰ء کو ساحل ہسپانیہ کے انتہائی جنوب میں ایک کونے پر اترا۔ یہ مقام طریف کی یاد میں آج تک طریفہ کہلاتا ہے۔ وہاں طریف نے اردگرد کے علاقوں پر یلغار کی اور بہت سامال غنیمت لے کر لوٹا۔ طریف نے واپسی پر آکر اطلاع دی کہ فضا بہت سازگار ہے اور اگر حملہ کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔

رجب یا شعبان ۹۲ھ (بمطابق اپریل / مئی ۷۱۱ء) کو موسیٰ نے اپنے مشہور جرنیل اور آزاد غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار بربری فوج دے کر سپین پر چڑھائی کے لئے روانہ کیا۔ طارق

بن زیاد آبنائے* عبور کر کے سپین کے ساحل پر اس پہاڑی کے نزدیک اترا جو آج کل اس کے نام پر جبل الطارق کہلاتی ہے۔ علاقے کا گورنر مسلمانوں کے مقابلے کو بڑھا، مگر شکست کھائی۔ اس نے اپنے بادشاہ راڈرک کو اطلاع دی کہ ہمارے ملک پر ایک ایسی قوم نے حملہ کر دیا ہے جو بلا کے بہادر اور جنگجو ہیں مگر پتہ نہیں کہ وہ کہاں سے آئے ہیں، زمین سے نکلے ہیں یا آسمان سے اترے ہیں۔ یہ اطلاع ملتے ہی راڈرک ایک لاکھ کا جرار لشکر لے کر جنوب کی جانب بڑھا۔ طارق بن زیاد نے مزید امداد طلب کی جو موسیٰ نے پانچ ہزار فوج بھیج کر بارہ ہزار کی تعداد پوری کر دی۔ یہ وہ تعداد ہے جسے مسلمان بڑی سے بڑی لڑائی کے لئے کافی سمجھتے رہے ہیں۔

ساحل اندلس پر اترنے کے بعد طارق بن زیاد نے اپنے تمام جہازوں کو نذر آتش کر دیا تھا تاکہ مسلمان بھاگنے کا خیال تک بھی دل میں نہ لا سکیں۔ تعداد کی کمی کے باوجود اسلامی فوج اس بے جگری سے لڑی اور ایسا جم کر مقابلہ کیا کہ تعداد میں کئی گنا زیادہ عیسائی ٹڈی دل لشکر منتشر ہو گیا۔ راڈرک جان بچا کر بھاگا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ اس فتح عظیم نے مسلمانوں کے حوصلے اس قدر بلند کر دیئے اور اہل سپین کو اس قدر پست ہمت بنا دیا کہ وہ کہیں بھی اسلامی لشکر کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکے۔ امدادی فوج روانہ کرتے وقت موسیٰ بن نصیر نے طارق بن زیاد کو ہدایت کی تھی کہ جب تک میں نہ آجاؤں تم کوئی جارحانہ اقدام نہ کرنا مگر طارق بن زیاد نے اس حکم کی زیادہ پروا نہ کی اور اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر کے مختلف سمتوں میں روانہ کر دیا۔ ایک حصہ غرناطہ کی طرف بڑھا، دوسرا قرطبہ پر حملہ آور ہوا۔ تیسرے نے مالقہ کا رخ کیا اور چوتھے حصے کو لے کر طارق بن زیاد خود سپین کے پایہ تخت طلیطلہ کی طرف روانہ ہوا۔ ہر جانب فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے۔ اسی اثناء میں موسیٰ بن نصیر خود اٹھارہ ہزار فوج کے ہمراہ ساحل اندلس پر رمضان سن ۹۳ھ میں جبل موسیٰ کے مقام پر اترا۔ کاؤنٹ جولین ان کے ساتھ تھا۔ موسیٰ بن نصیر نے مناسب سمجھا کہ وہ طارق بن زیاد کو ملنے کی بجائے جنوبی اندلس کے ان علاقوں کو دوبارہ فتح کرے جنہیں طارق بن زیاد نے فتح تو کر لیا تھا لیکن وہ پھر سرکشی اختیار کر چلے تھے۔ شذرنہ، قرمونہ اور اشبیلیہ کے علاقے بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر لئے گئے لیکن ماروہ کو فتح کرنے میں مسلمانوں کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ موسیٰ بن نصیر نے ماروہ کا کئی روز تک محاصرہ کئے رکھا لیکن شہر نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ موسیٰ بن نصیر نے اہل ماروہ کی پامردی اور سخت جانی کے پیش نظر اپنے بیٹے عبدالعزیز کو بلا بھیجا جو سات ہزار تازہ دم فوج کے ہمراہ ماروہ پہنچا مگر ماروہ پھر بھی فتح نہ ہو سکا۔ ماروہ کی لڑائی میں

مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ مگر ان کی ہمت پست نہ ہوئی۔ موسیٰ بن نصیر نے اہل ماروہ کو صلح کا پیغام دیا جو محاصرے کی حالت میں شہر کی حفاظت کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ شوال ۹۴ھ میں موسیٰ بن نصیر ماروہ میں داخل ہوا اور اہل ماروہ کے ساتھ نرم شرائط پر صلح کرلی۔ موسیٰ بن نصیر عید کے روز شہر میں داخل ہوا۔ ماروہ کی فتح کے بعد موسیٰ بن نصیر نے عبدالعزیز کو اشبیلیہ روانہ کیا کیونکہ ماروہ کی مہم کے دوران اہل اشبیلیہ باغی ہوگئے تھے اور باجہ اور لبلہ کے باشندوں کے ساتھ مل کر اسی مسلمان شہید کرڈالے تھے۔ مسلمان فوج نے اشبیلیہ پر دوبارہ قبضہ کرکے باجہ اور لبلہ بھی فتح کرلئے۔ عبدالعزیز نے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو اشبیلیہ میں آباد کیا جنہوں نے متواتر محنت سے زمین کی کھوکھ سے وہ فصلیں اور پھل اگائے جو اس سے پہلے یہاں معدوم تھے۔ شوال ۹۴ھ ہجری کا اخیر ہوچکا تھا۔ ماروہ فتح کرنے کے بعد موسیٰ بن نصیر طلیطلہ روانہ ہوگیا۔ طارق بن زیاد کو اپنے محسن ومربی کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اسے ملنے کےلئے طلیطلہ سے علیرہ چلا آیا۔ موسیٰ بن نصیر طارق بن زیاد کی حکم عدولی پر برہم تھا۔ لیکن طارق بن زیاد نے جو رضاجوئی کے آداب سے واقف تھا۔ موسیٰ کو ان حالات اور واقعات سے مطلع کیا جو پیش قدمی جاری رکھنے کا سبب ہوئے تھے۔ معذرت چاہی کہ وہ اپنے جنگی منصوبوں کی منظوری قبل ازوقت حاصل نہ کرسکا۔ موسیٰ بن نصیر طارق بن زیاد کی معذرت قبول کرتے ہوئے معمولی سی تنبیہہ کےبعد راضی ہوگیا۔ بعض مغربی مورخین نے طارق بن زیاد کی گرفتاری اور بیڑیاں پہناکر قید میں ڈالنے اور دوبارہ خلافت سے ہدایات موصول ہونے پر طارق بن زیاد کو اپنے منصب پر بحال کرنے کا ذکر کیا ہے۔ مگر یہ سب درست نہیں۔ عرب واقع نگار اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ موسیٰ بن نصیر جس نے طارق بن زیاد کی تربیت اپنے ہاتھ سے کی تھی اسے غلامی کی حالت سے اٹھایا اوراسکی فکری صلاحیتوں کو جلا بخشی، جس نے طارق بن زیاد کو تاریخ عالم کا ایک ناقابل شکست سپہ سالار بنادیا تھا۔ طارق بن زیادہ سے حسد نہیں کرسکتا تھا۔ طلیطلہ پہنچنے کے بعد دونوں مل کر آگے بڑھے۔ تاریخوں میں موسیٰ بن نصیر کے طلیطلہ پہنچنے تک کے واقعات سلسلہ وار ہیں لیکن اس کے بعد یہ سلسلہ قائم نہیں رہتا۔ المقری کا بیان ہے کہ ہسپانیوں پر مسلمانوں کی اتنی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ ان کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔

موسیٰ بن نصیر نے اندلس کے باقی حصوں پر قبضہ کرنے کے انتظامات کئے اور طارق کو مقدمۃ الجیش کے طور پر شمالی سپین کے علاقوں کی فتوحات کےلئے آگے کی طرف روانہ کردیا اور خود ان کے پیچھے پیچھے چلا۔ طارق جدھر کا رخ کرتا، فتح وکامرانی ہمرکاب چلتی تھی۔ وہ آگے آگے علاقے فتح کرتا

جاتا تھا اور موسیٰ بن نصیر پیچھے پیچھے صلح ناموں اور معاہدوں کی تصدیق کرتا جاتا اور بحالی امن کے انتظامات کرتا جاتا۔ فتح ہسپانیہ کے دوران موسیٰ نے جبر و سختی کی بجائے عدل و احسان، لوٹ کھسوٹ کی بجائے مہرووفا اور قتل وغارت کی بجائے عفو درگذر کے جو معیار قائم کئے اس کا اندازہ اسلامی افواج کو دیئے گئے ان احکامات سے کیا جاسکتا ہے:-

(۱). آبادی کو ویرانی میں تبدیل نہ کیا جائے (۲). رعایا کے مذہبی حقوق کا احترام کیا جائے۔

(۳). حملے فوجی طریقے کے مطابق صرف مقامات ہی فتح کرنے کے لئے کئے جائیں۔ (۴). لوٹ کھسوٹ اور جوروجفا سے پرہیز کیا جائے اور عورتوں کا احترام کیا جائے۔ (۶). اگر کسی مسلمان سپاہی نے عمداً ان احکامات کی خلاف ورزی کی تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔

موسیٰ بن نصیر نے شمالی سپین کے تمام علاقوں کو مختصر عرصے میں روند ڈالا یہاں تک کہ سرقسطہ (SARAGOSSA) جوکہ صدر مقام تھا، جلد ہی زیر اقتدار آگیا۔ مسلمان شمال مشرقی اندلس کو فتح کرنے کے بعد فرانس کی سرحد دریائے روڈنہ تک پہنچ گئے۔ سپین کے انجام نے اہل فرانس کو چونکادیا تھا اور حدود فرانس تک اسلامی فوجوں کی پیش قدمی سے ان میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ فرانس کا بادشاہ چارلس مارٹل ایک جرار لشکر کے ساتھ مسلمانوں کو روکنے کیلئے آگے بڑھا۔ مسلمان اس وقت لوڈون تک پہنچ چکے تھے لیکن ان کے پاس نہ کوئی بڑی جمعیت تھی اور نہ ہی کسی کمک کے جلد پہنچنے کا امکان تھا۔ اس لئے مسلمان اربونہ لوٹ گئے۔ چارلس مسلمانوں کے پیچھے اربونہ پہنچا۔ یہاں ایک جھڑپ میں نقصان اٹھاکر مسلمان اربونہ میں داخل ہوکر قلعہ بند ہوگئے۔ چارلس نے اربونہ کا محاصرہ کرلیا مگر نقصان اٹھانے کے بعد چند روز کے اندر اس نے محاصرہ اٹھالیا اور فرانس کی سرحدوں پر قلعے اور چھاؤنیاں قائم کرکے افواج متعین کردیں کہ مسلمان فرانس کی حدود کی طرف نہ بڑھ سکیں۔ دربار خلافت یہ جنگ یورپ کے اندر تک لے جانے کے حق میں نہ تھا۔

موسیٰ بن نصیر نے ابھی شمالی حصے کی فتوحات مکمل نہیں کی تھیں کہ اسے خلیفہ ولید کی طرف سے واپسی کا حکم نامہ ملا۔ چونکہ ابھی مغربی اندلس کے صوبے باقی تھے اسلیئے وہ واپس نہ ہوا اور مغربی صوبوں کی فتوحات میں مصروف ہوگیا۔ اسی دوران موسیٰ اور طارق کی واپسی کا دوسرا حکم نامہ پہنچا۔ دمشق میں موسیٰ اور طارق کی فتوحات اور مال غنیمت سے متعلق افواہیں گشت کررہی تھیں درباری حلقے ظن وقیاس سے کام لے رہے تھے اور ان دونوں کی بےلوث خدمات اور پرخلوص عزیمت کو شک کی نگاہوں سے دیکھا جارہا تھا۔ موسیٰ نے فرمان خلافت کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور اپنے بیٹے

عبدالعزیز کو جو اس وقت اشبیلیہ کا گورنر تھا اندلس میں نائب السلطنت مقرر کر کے شام روانہ ہوگیا۔

طارق بن زیاد رجب ۹۲ھ سے ذی الحج ۹۵ھ تک اور موسیٰ بن نصیر رمضان المبارک ۹۳ھ سے لے کر ذی الحج ۹۵ھ تک سرزمین ہسپانیہ پر رہے مگر شکست کے نام سے ناآشنا رہے۔ موسیٰ ہسپانیہ سے واپسی پر جس فاتحانہ شان سے لوٹا اس کی نظیر کم ہی ملے گی۔ سینکڑوں اونٹوں پر لدے ہوئے مال غنیمت کی کہانیاں ولی عہد خلافت سلیمان بن عبدالملک تک پہنچیں تو اس نے ایک قاصد یہ پیغام دے کر موسیٰ کی پیشوائی کے لئے بھیجا کہ خلیفہ چند دنوں کا مہمان ہے۔ تم رک جاؤ اور اپنی رفتار کو مدھم کردو اور دمشق کے شہر میں اس وقت داخل ہونا جب ولید کے بعد سلیمان خلیفہ بن چکا ہو۔ موسیٰ کے دل میں خلیفہ وقت سے ملنے کی خواہش اس قدر شدید تھی کہ اس نے سلیمان کے حکم کی پرواہ نہ کی۔ موسیٰ جمعہ کے روز جامعہ دمشق پہنچا جو فروری ۷۱۵ء کی کوئی تاریخ تھی۔ اس روز ولید اپنی علالت کے باوجود نماز ادا کرنے آیا تھا۔ موسیٰ نے اپنے تمام تبرکات اور نوادرات خلیفہ کے قدموں میں ڈھیر کردیئے۔ ولید نے موسیٰ بن نصیر کی بڑی عزت افزائی کی اور خلعت اور نقد انعامات سے نوازا۔ نہ صرف اس کے بیٹوں کے مراتب بڑھائے بلکہ جو معززین وعمائدین اندلس کی مہم میں شریک ہوئے تھے، ان سب کی قدرافزائی کی۔ اس سے ایک طرف سلیمان کے خلاف مزاج موسیٰ بن نصیر کی عزت افزائی ہوئی اور دوسری طرف اس دادودہش میں اندلس کے مال غنیمت کا بہت بڑا حصہ صرف ہوگیا۔

موسیٰ کو دمشق آئے ہوئے ابھی چالیس روز بھی نہ ہوئے تھے کہ خلیفہ ولید کا انتقال ہوگیا۔ خلافت ولی عہد سلیمان بن عبدالملک کے ہاتھ آئی۔ سلیمان کے دل میں پہلے سے ہی موسیٰ بن نصیر کے خلاف ایک غبار موجود تھا اس میں مزید اضافہ دیر سے دمشق پہنچنے کی حکم عدولی نے کردیا۔ سلیمان نے موسیٰ بن نصیر پر بددیانتی، کنبہ پروری اور ظلم وعدوان کا الزام لگاکر مقدمہ چلایا اور اس عظیم انسان پر وہ مظالم ڈھائے کہ الامان۔ موسیٰ کی عمر اس وقت اسی سال سے متجاوز تھی۔ اسے کڑکڑاتی دھوپ میں ایک ستون کے ساتھ باندھا دیا گیا۔ اس کی جائیداد اور املاک چھین لی گئی اور اسے حوالہ زنداں کردیا گیا۔ بعد میں ایک سردار کی سفارش پر کئی لاکھ کا تاوان عائد کر کے چھوڑ دیا گیا۔ یہ تاوان اتنا زیادہ تھا کہ وہ ادا نہ کرسکا۔ موسیٰ بن نصیر نے اپنے آخری ایام انتہائی عسرت اور آشفتہ حالی میں گزارے اور اسی گم نامی کی حالت میں وفات پائی۔

موسیٰ بن نصیر ایک کامیاب جرنیل ہی نہ تھے بلکہ وہ اعلیٰ درجے کے منتظم بھی تھے۔ وہ صرف

(باقی ص ۵۷ پر)

راشد الحق سمیع حقانی

ملک دشمنوں کی سازشیں اور حب الوطنی کا تقاضا

گذشتہ دنوں اسلام آباد میں ملک کی تمام چھوٹی بڑی قوم پرست کہلانے والی جماعتوں کا دو روزہ اجتماع ملک کے دارالحکومت، پارلیمنٹ، سپریم کورٹ اور ایوان صدر کے سائے تلے اور بھاری مینڈیٹ کے دعویدار وزیراعظم کی ناک کے نیچے ملک وملت کیخلاف زہر افشانی کرتے ہوئے اپنے ساتھ کئی تلخ سوالات چھوڑ گیا۔ اجتماع میں ان وطن دشمنوں نے حسب سابق پاکستان کیخلاف نفرت انگیز تقاریر کیں۔ یوں تو ہمیشہ سے ہی ان بدبختوں نے بیرونی آقاؤں کے اشارے پر مادر وطن کو ننگی گالیاں دی ہیں۔ لیکن اس دفعہ انہوں نے مکمل یکجا ہوکر علی الاعلان پاکستان توڑنے، وفاق پاکستان کا کلی خاتمہ کرنے، دستور کو پھاڑنے اور صوبہ پنجاب کو فحش گالیاں دیں اور پاکستان زندہ باد کے نعرے کو گناہ کبیرہ کے مترادف قرار دیا۔ اس قسم کے خرافات وبکواسات کا دو روز تک ملک کے دارالخلافہ میں علے الاعلان اظہار ہوتا رہا۔ قومی اخبارات میں اس وطن دشمن اجتماع کی زہریلی تقاریر اور رپورٹیں مفصل طور پر آچکی ہیں۔

محترم قارئین کرام! آپ کو معلوم ہے کہ ان منتشر اور مردہ قوم پرست جماعتوں کو کس طاقت نے ''حیات نو'' بخشی اور ان بیرونی ایجنٹوں کو حب الوطنی کا سرٹیفیکیٹ کس جماعت نے محض اپنے اقتدار کے حصول اور اس کو طول دینے کیلئے عطا کیا۔ اور ان نسلی و علاقائی متعصب جماعتوں کو قومی دھارے میں شمولیت کی قوم کو نوید دینے والے کون تھے؟۔ انہیں وطن دشمن قوتوں کو موجودہ وزیراعظم نے بڑی ڈھٹائی سے اپنے سینے سے لگاکر دینی اور مذہبی جماعتوں کو پس پشت ڈالا تھا۔ اس وقت کے سیاسی سنجیدہ اور خود مسلم لیگ کے کئی حلقوں نے حکمرانوں کو ان آستین کے سانپوں کے بارے میں اپنی تشویش کا بارہا اظہار کیا لیکن مسلم لیگ کے ہوس پرست اور اقتدار پسند حکمرانوں نے انکی صائب رائے کو درخور اعتناء نہیں سمجھا تھا اور اپنے اقتدار کی اڑانوں میں مست ومگن رہے۔ ماضی کے انتخابات میں اے این پی اور دوسری علاقائی قوم پرست جماعتوں کو پاکستانی غیور دینی جذبے سے سرشار عوام نے ہمیشہ کیلئے دفن کردیا تھا اور ان کی سیاست کو صرف پانچ دس سیٹوں تک محدود کردیا تھا لیکن وزیراعظم صاحب نے ان کو غیر معمولی اہمیت دیکر دس سال تک نہ صرف ان کو

شریک اقتدار بلکہ اپنا رازدار اور شریک کاروبار رکھا۔ جب یہ قوتیں ہرلحاظ سے مسلم لیگی حکمرانوں کے طفیل قوی تر ہوگئیں اور ان کی تجوریاں بھر گئیں اور انہیں محسوس ہوا کہ مسلم لیگی حکومت کا بیڑہ ڈوبنے کے قریب ہے تو بھاگتے چوہوں کیطرح ان لوگوں نے اپنے حلیف جماعت کا ساتھ ایک ایک کرکے چھوڑ گئے اور ان کے ارادے ملکی اور بین الاقوامی حالات کو دیکھ کر بدلنا شروع ہوئے اور اس پر مہمیز یہ کہ افغانستان میں طالبان کی مکمل اسلامی حکومت نے افغانستان سے بچے کھچے کمیونسٹ آقاؤں سمیت تمام منحرف اور پاکستان دشمن افغان لیڈروں کو نکال باہر کردیا پھر تحریک طالبان کے متوقع اور ممکنہ اثرات جوکہ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں شروع ہوچکے ہیں کے پیش نظر یہ متعصب جماعتیں اپنے بے شمار اختلافات کو چھوڑکر ایک ہوگئیں اور ملک وملت کے خلاف ایک اتحاد قائم کیا اور پندرھویں آئینی ترمیم کی آڑ میں مذہب اور اسلام کو جی بھر کر گالیاں دی گئیں۔ یہ دراصل تحریک طالبان کی کامیابیوں کا بخار تھا، جوکہ انہوں نے مذہب، ملک اور دینی جماعتوں پر اتار دیا۔ ان تمام باغیانہ اور ملک کے خلاف گھناؤنی سرگرمیوں کے باوجود حکمرانوں نے بجائے اس کے کہ ان کے خلاف فوری مقدمات دائر کرتے اور فوری کاروائی کیجاتی۔ لیکن یہ ان وطن دشمنوں کو مزید عزت اور ملت کے خلاف ابھارنے کیلئے ان کے درباروں پر سجدہ ریزی کیلئے پہنچ گئے، حالانکہ ابھی تک قومی پریس اور میڈیا میں ان جماعتوں کے زہریلے نعروں کی صدائے بازگشت سنائی دی جارہی ہے۔ وزیراعظم شریعت بل کی چھتری لے کر ان کو رام کرنے گئے تھے۔ لیکن بگٹی نے شریعت کو مسترد کرتے ہوئے خودمختاری کا مطالبہ کرکے وزیراعظم کا منہ چڑایا۔ وزیراعظم کو جوبگی کوئٹہ میں حاصل ہوئی اسکو وزیراعظم کے نامور مشیروں نے کافی نہیں سمجھا اور نہ ہی وزیراعظم نے اس کا برا منایا۔

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کے رقیب

گالیاں کھاکے بے مزا نہ ہوا

اسکے ساتھ ہی وزیراعظم نے نئے مشن کیلئے ولی باغ (چارسدہ) کو پرواز کیلئے پر تولنے شروع کئے۔ وہاں سے جو جواب وزیراعظم کو ملا ہے اس کے لئے غالب کا مصرعہ زیادہ موزوں ہے۔

ع بڑے بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

ایک طرف ان وطن دشمن جماعتوں نے داخلی طور پر ملک، فوج، دستور، حکمرانوں اور دوقومی نظریہ کیخلاف متحد ہوکر جنگ شروع کردی ہے اور اس دفعہ اس کا آغاز دارالخلافہ اسلام آباد سے ہی شروع کردیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ یہ عجیب جمہوریت اور آزادی تحریر وتقریر ہے کہ ملک

توڑنے کے نعرے اور اس کیخلاف سازشیں دارالحکومت ہی میں کیجائیں ۔ بڑے بھائی صوبہ پنجاب کو گالیاں دی جائیں ، دستور پاکستان کو گندگی کا ڈھیر قرار دیا جائے اور اس پر طرہ یہ کہ آگے سے حکمران طبقہ اور انتظامیہ ان کی خوشامد کرتا نظر آتا ہے اس سے پہلے گذشتہ دنوں کراچی اور حیدر آباد میں قوم پرستوں نے قومی پرچم جلائے اور پھر انہی قوم پرستوں کو راضی کرنے کیلئے وزیر اعظم لندن یاترا بھی کر بیٹھے ۔ اسلام آباد میں قوم پرستوں کی یہ تازہ جرات بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ان قوتوں کو معلوم تھا کہ ہمارا کوئی بال بھی بیکا نہیں کرسکتا ، اگر حکمرانوں کا یہی وطیرہ رہا اور حصول اقتدار کیلئے ہر قسم کی باغیانہ سرگرمیوں کو برداشت کیا جارہا تو پھر خدانخواستہ دشمن ممالک کو ہمارے خلاف جارحیت کی ضرورت نہیں ہے ۔ ان لوگوں کی زہر ہلاہل میں ڈوبی ہوئی تقاریر اور پاکستان کی سلامتی کیخلاف سازش کے بعد ملک کی تمام محب وطن جماعتوں اور خصوصاً مذہبی قائدین اور پارٹیوں کے سربراہوں کو اسلام آباد ہی میں فوراً سر جوڑ کر اس فتنے کیخلاف متحدہ آواز اٹھانی چاہیئے جہاں پر یہ لوگ ان نام نہاد متعصب قوم پرستوں کا قلع قمع کریں وہیں ان نااہل حکمرانوں سے بھی بازپرس کریں اور ان کی سخت گرفت کریں ، کیونکہ انہی کی طفیل آج یہ برساتی مینڈک ٹرا رہے ہیں ۔ انشاء اللہ یہ ملک قائم و دائم رہے گا ۔ شریعت مطہرہ اور صالح قیادت ہی اس کا مقدر ہے ۔

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں آواز سگاں کم نہ کند رزق گدارا (عرفی)

بقیہ صفحہ ۵۴ سے ۔ فاتح اندلس

شہروں ہی کے نہیں لوگوں کے دلوں کے بھی فاتح تھے ۔ انہوں نے اندلس کے جس شہر کو فتح کیا اسے دارالامان بنادیا ۔ وہاں حاکم مقرر کئے اور انہیں امن قائم رکھنے کیلئے ضروری فوج دی ۔ شمالی افریقہ کے بربری قبائل جو بغاوت اور لوٹ مار کے عادی تھے ، موسیٰ کے حاکم اعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے چند سالوں میں ان میں ایسی تبدیلی آئی کہ انہی بربروں نے سمندر پار جاکر اندلس میں اسلام کا نام روشن کیا اور علم و آگہی کی وہ شمعیں جلانے میں ممدو معاون ثابت ہوئے جس کی روشنی نے سات سو سال تک یورپ کے دانش کدوں کو منور کئے رکھا ۔

بے شک : مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے ۔

اس مضمون کی ترتیب و تدوین میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ۔

(۱) . تاریخ اسلام جلد دوم عہد بنو امیہ .. شاہ معین الدین احمد ندوی (۲) . مسلمان یورپ میں . محمد احسان الحق سلیمانی
(۳) . تاریخ اسلام .. ڈاکٹر حمید الدین (۴) . انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (۵) . اردو دائرہ معارف اسلامیہ (اندلس)

جناب محمد افضل شمسی صاحب (لاہور)

طالبان کی نئی فتوحات اور پاک ایران تعلقات

تحریک اسلامی طالبان کی گذشتہ چند روز میں شمالی افغانستان میں فتوحات بالخصوص شمالی اتحاد کے ہیڈکوارٹر " مزارشریف " کی طالبان کے ہاتھوں فتح نے بین الاقوامی سطح پر ایک نئی صورت حال کو جنم دیا ہے ۔ ۸ ۔ اگست ۱۹۹۸ء کو ہونے والی مزار شریف کی فتح سے قبل ایک عرصے سے طالبان بھارت اور ازبکستان سمیت روس اور ایران پر اپنے مخالف شمالی اتحاد کی فوجی واقتصادی مدد کرنے کے الزامات لگا رہے تھے اور ان ممالک کی طرف سے شمالی اتحاد کو ملنے والی بھاری امداد کے ناقابل تردید ثبوت دیتے رہے ہیں جن کی تصدیق انٹرنیشنل پریس بھی کرچکا ہے لیکن مزارشریف فتح ہونے کے بعد ایران اور روس نے پاکستان پر افغانستان میں طالبان کی فوجی امداد کے کھلم کھلا الزامات لگانے شروع کردیے اور یہ کہا کہ کوئٹہ سے پاکستان کا ۴۸ واں بریگیڈ افغان جنگ میں عملاً شریک ہے بات صرف بے بنیاد الزامات لگانے تک ہی محدود نہ رہی بلکہ تمام تر اخلاقی تقاضوں اور سفارتی آداب کو پس پشت ڈالتے ہوئے ان دونوں ممالک نے پاکستان کو عبرت ناک انجام سے دوچار ہونے کی دھمکیاں دینا شروع کردیں ۔ مزارشریف میں طالبان حکومت کے ہاتھوں ایرانی سفارت کاروں کی گرفتاری کے بعد ایرانی دارالحکومت تہران میں پاکستانی سفارت خانہ کے باہر جس ردعمل کا اظہار کیا گیا اور جس انداز میں وہاں موجود پاکستانی سفارتکاروں کو ہراساں کرنے کی کوشش کی گئی اسے کسی بھی طور پر جائز قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ پاکستان کو افغانستان کی حالیہ تبدیلیوں میں محض اس بناء پر ملوث قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ اس نے طالبان حکومت کو تسلیم کر رکھا ہے ۔ کسی حکومت کو تسلیم کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا کہ وہ اس حکومت کی تمام تر سرگرمیوں کی ذمہ دار ہے ۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۹۶ء کو کابل پر قبضے کے بعد طالبان کو افغانستان پر جو کنٹرول حاصل ہوا ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور مزار شریف سمیت شمالی افغانستان کے وسیع علاقوں پر ان کے قبضے اور خود پروفیسر برہان الدین ربانی ، انجینئر گلبدین حکمت یار اور کمیونسٹ جنرل رشیددوستم کے اپنے آخری محفوظ اڈوں سے فرار کے بعد کسی بھی صاحب عقل کے لئے اس کھلی حقیقت سے انکار ممکن نہیں رہا کہ افغانستان پر طالبان کو قریب قریب مکمل کنٹرول حاصل ہوگیا ہے ۔ جہاں تک مزارشریف اور شمالی اتحاد کے دیگر اہم ٹھکانوں اور وسیع علاقے پر طالبان کے حالیہ قبضے کا تعلق ہے تو یہ صورت حال سبھی کے لئے یکساں طور پر چونکا دینے والی ثابت ہوئی ہے اور پاکستان سمیت کسی کو بھی اس کا پیشگی علم نہ تھا ۔ حتیٰ کہ خود کمیونسٹ

جنرل رشید دوستم بھی اپنے اوپر پڑنے والی اس اچانک افتاد سے حواس باختہ ہوکر اپنے محفوظ ٹھکانوں سے بھاگ کھڑا ہوا ۔ تاہم اس سے پاکستان کی طرف سے افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کو تسلیم کر لینے کے اقدام کی توثیق ہوجاتی ہے اور اب دوسرے ممالک کو بالخصوص اسلامی ممالک کو بھی اس حقیقت کے اعتراف میں بخل سے کام نہیں لینا چاہئیے اور انکی ہر لحاظ سے جائز حکومت کو تسلیم کرلینا چاہئیے ۔ طالبان حکومت کو تسلیم کرنے کا جہاں تک حکومت پاکستان کا تعلق ہے تو اس نے ان کی حکومت کو کسی جانبداری کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک حقیقت کے طور پر اور اپنے مفاد میں پہلی افغان حکومت سمجھتے ہوئے قبول کیا ہے ۔ کیونکہ ایران اور دیگر طالبان مخالف حکومتوں کی آنکھ کے تارے پروفیسر برہان الدین ربانی نے اپنے دور حکومت میں کابل میں واقع پاکستانی سفارتخانہ پر دو مرتبہ حملے کرائے اور ایک مرتبہ اسے نذر آتش بھی کیا گیا جس میں ایک پاکستانی سفارتکار ہلاک بھی ہوگیا ۔ سابق صدر ربانی نے نہ صرف یہ کہ روس اور بھارت ایسے جہاد دشمنوں سے گٹھ جوڑ کرکے افغانستان کے سب سے بڑے محسن اور ہمسایہ ملک پاکستان کے خلاف محاذ قائم کرنے کی کوشش کی بلکہ اقوام متحدہ اور امریکہ کا دانستہ یا نادانستہ آلہ کار بن کر افغانستان کو نسلی اور لسانی بنیادوں پر تقسیم کرنے کی بنیاد رکھی اور روس کے تباہ کردہ افغانستان کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونک دیا ۔ مندرجہ بالا ساری صورتحال کے باوجود پاکستان نے تو کبھی بھی ایران پر اعتراض نہیں کیا کہ وہ اس کے مخالف ربانی اور حکمت یار کو کیوں تسلیم کئے ہوئے ہے یا ان کی باقاعدہ فوجی امداد کیوں جاری رکھے ہوئے ہے ۔ ایرانی حکومت کو چاہئیے کہ مزار شریف میں طالبان کے ہاتھوں اپنی رسوائی اور شکست کا الزام پاکستان کے سر تھوپنے کے بجائے اپنے کردار پر ایک نظر دوڑائے اور دیکھے کہ اس نے طالبان کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا جس کے نتیجے میں اب اسے اتنی ہزیمت اٹھانا پڑی ہے ۔ بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ ایران نے طالبان مخالف شمالی اتحاد کے ساتھ اپنے فوجی واقتصادی تعاون کے راز فاش ہوجانے پر دنیا کی نظریں اس طرف ہٹانے کے لئے یہ سارا ڈرامہ رچایا ہے ۔ ایرانی حکومت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کی عراق کے ساتھ آٹھ سالہ جنگ میں پاکستان نے اسکی کس قدر مدد کی تھی اور بعد میں جب بھی امریکہ کی طرف سے ایران کے خلاف کوئی کاروائی کی گئی تو ہر قدم پر پاکستان نے ایران کا بھرپور ساتھ دیا ہے اور اب بھی مزار شریف میں اسکے گرفتار ہونے والے سفارت کاروں کی سلامتی اور بحفاظت رہائی کیلئے حکومت پاکستان طالبان پر اپنا تمام تر سفارتی اثرورسوخ استعمال کررہی ہے حالانکہ ۲۸ مئی کو پاکستان کے ایٹمی دھماکہ کے بعد عالم کفر کی طرف سے اس پر شدید دباؤ کے وقت بھی ایرانی فوج پاکستان کی ازلی دشمن بھارتی فوج کے ہمراہ بحری مشقوں میں مصروف تھی ۔ موجودہ عالمی تناظر میں حکومت پاکستان کو بھی چاہئیے کہ وہ اپنی وزارت خارجہ کے اہل کاروں اور بیرون ملک اپنے سفارتکاروں کے ذریعے دنیا کو اصل صورتحال بتائے اور طالبان کے حوالے سے تمام تر الزامات کا ٹھوس اور موثر جواب دے ۔

افکار و تاثرات

علامہ ڈاکٹر سید سلمان ندوی فرزند علامہ سید سلیمان ندویؒ جنوبی افریقہ ڈربن
جناب مولانا عتیق الرحمن سنبھلی مدیر اعزازی "الفرقان" لکھنو وغیرہم

مکرمی مولانا سمیع الحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! میں عرصہ سے ارادہ کررہا تھا کہ آپ کو خط لکھ کر مجلہ "الحق" ارسال کرنے پر شکریہ ادا کروں ۔ یاد آوری کے لئے ممنون ہوں ۔ "الحق" کے مقالات سے مستفید ہوتا ہوں ۔ آپ کی مساعی وکاوشوں کی اطلاع ملتی رہتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پھر جمعیت العلماء کو وہی مقام حاصل ہو جو ماضی میں تھا ۔ علماء کا ایک پلیٹ فارم نہ ہونے کی وجہ سے ان کی آواز بے اثر ہے اور دوست ودشمن دونوں ہی اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ ۱۹۹۸ء فروری ، مارچ میں چند دن کیلئے پشاور گیا تھا ۔ پروفیسر فدا محمد صاحب خیبر میڈیکل کالج نے قیام کا انتظام پروفیسر محمد اشرف مرحوم کی قیام گاہ پر کیا تھا ۔ خیال تھا کہ اکوڑہ کا سفر بھی کروں مگر ممکن نہ ہوسکا ۔ شاید مستقبل میں تمنا پوری ہو ۔ اس سال دسمبر و جنوری میں پھر کراچی کا ارادہ ہے ۔ اسلام آباد بھی جانا ہے مگر تاریخیں مقرر نہیں ہیں ۔ اس عریضہ کا باعث ایک اور امر بھی ہے ۔ "الحق" بابت اگست ۱۹۹۸ء (جلد ۳۳ نمبر ۱۱) میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے سانحہ وفات کی غلط خبر شائع ہوگئی ہے ۔ آپ نے یہ مضمون تعمیر حیات کے جولائی شمارہ سے لیا ہے ۔ تعمیر حیات والوں کو بھی میں نے لکھا ہے کہ تردید شائع کریں ۔ میں ابھی چار ہفتے امریکہ میں قیام کرکے واپس آیا ہوں ۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب الحمد للہ بقید حیات ہیں اگرچہ علیل ہیں ۔ میں ان سے ۹ اگست ۱۹۹۸ء کو ملا اور ان کے ساتھ پورا دن گذارا ۔ وہ پچھلے ایک سال سے بوجہ شدید علالت کے امریکہ میں اپنی پوتی (بھائی کے بیٹے کی بیٹی) کے ساتھ پنسلوانیا اسٹیٹ کے ایک چھوٹے شہر Wilkes Barre میں مقیم ہیں ۔ کمزور بہت ہوگئے ہیں ۔ چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے مگر معذور نہیں ہیں ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کے ساتھ حیات سے نوازے ۔ میں ان کی شدید علالت کے دوران بھی رابطہ میں رہا ہوں ۔ پیرس سے امریکہ علالت وتنہائی کی بنا پر منتقل ہوگئے ہیں ۔ گراں گوشی کی شکایت تو پہلے بھی تھی مگر اب زیادہ ہے ۔ پھر بھی آلہ سماعت کے ذریعہ گفتگو کرلیتے ہیں ۔ نہ معلوم تعمیر حیات والوں کو یہ غلط خبر کہاں سے ملی ۔ مدرسہ حقانیہ کی "حقانیت" اور علمی وروحانی انوار سے آپ کے والد ماجدؒ کے زمانہ سے واقف ہوں ۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے یہ شمع جلا رکھی ہے ۔ "الولد سر لابیہ" کا مصداق ہونے پر مبارکباد بھی پیش ہے ۔

والسلام محتاج دعا : ڈاکٹر سید سلمان ندوی

برادر مکرم و محترم زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دعا ہے کہ آپ مع جمیع متعلقین بخیر ہوں ۔ میں ۸ جولائی تک ہندوستان میں تھا ۔ وہیں "الحق" سے ہمشیرہ صاحبہ کی المناک وفات کی اطلاع ملی تھی ۔ مگر الفرقان کے خاص نمبر کے کام میں اس طرح مصروفیت تھی اور اس پر مستزاد صحت کی ناسازی کہ فوری طور پر تعزیت کا فریضہ ادا نہ کرسکا ۔ اور پھر طبیعت کی خرابی کی شدت سے ذھول ہی ہوگیا ۔ یہاں پہنچ کر تازہ "الحق" نے یاددہانی کی تو اپنی کوتاہی پر افسوس کرتے ہوئے اب دیر سے آپ کے اور میاں راشدالحق کے غم میں شریک ہورہا ہوں ۔ اس تھوڑی عمر میں بہن جیسی سراپا محبت شئ کا ایسے المناک طور پر جدا ہوجانا بلاشبہ سخت حادثہ ہے ۔ خبر پڑھکر خود اپنے دل پر بھی ایک خاص طبعی اثر ہوا تھا ۔

" للہ مااعطی ولہ مااخذ " پس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہؒ کو کروٹ کروٹ عیش جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرواجر سے نوازے ۔ امید ہے الفرقان کا نمبر مل گیا ہوگا ۔

والسلام : (مولانا) عتیق الرحمن سنبھلی

محترم المقام جناب قبلہ وکعبہ حضرت مولانا صاحب مدظلھم

بعد آداب کہ عرض ہے کہ بندہ ماہنامہ "الحق" کا پرانا خریدار ہے جس وقت ۱۵ روپے سالانہ چندہ تھا اس وقت سے برابر یہ سلسلہ چلا آرہا ہے ۔ اور میرا خریداری نمبر ۱۷۴۴۱ ہے ۔ بندہ نے کئی خریدار بھی اسکے لئے بنائے۔ آپکی خدمت یہ عریضہ پہلی دفعہ تحریر کررہا ہوں ۔ میری عمر ابھی وقت ۸۰ سال سے تجاوز کررہی ہے ۔ نظر بھی کج ہے صحیح طور سے لکھنے سے قاصر ہوں ۔ آپ کو تکلیف اس لیے دے رہا ہوں کہ ۲۸ مئی کو پاکستان نے چھ ایٹمی دھماکے کیے اس سے کچھ امید کی کرن نظر آئی اور میری رگ حمیت بھڑک اٹھی میرے پاس ایک ہزار ڈالر کا ایک نوٹ تھا جو میرے پاس ۱۸۴۰ء سے محفوظ رکھا ہوا تھا ۔ وہ میں نے وزیراعظم صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا مگر اسکی رسید مجھے آجتک موصول نہیں ہوئی ۔ پھر میں نے اسکی تلاش میں صدر صاحب کو لکھا ۔ جنرل سیکرٹری مسلم لیگ ڈاکٹر عمر لیاقت کو بھی لکھا مگر کسی قسم کا جواب کہیں سے بھی بندے کو نہیں ملا ۔ جب ہم نے اس اسلامی ملک کیلئے جان ومال ، گھربار سب نذر کیا ۔ ہمارا خاندان پنجاب سے ہجرت کرکے یہاں آیا ۔ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہوگا جو اب تک نہ ہوسکا ۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ایک دن یہ امید ضروری پوری ہوگی ۔ آپ جیسے بزرگ رات دن کوشش بھی کررہے ہیں اور دعائیں بھی کررہے ہیں آپکی یہ محنت ضرور پھل لائیگی ۔ میرا مطلب یہ تھا کہ آپ اپنے ماہنامہ میں لکھ کر نوازشریف کو بتائیں کہ جن کا نظام ڈاک ذمہ دارانہ اور امانت دارانہ نہ ہو تو وہ ملک کا نظم ونسق کس طرح سنبھالینگے آپ اور آپ کا عملہ ایسا لاپرواہ کیوں ہے ۔ مجھے اس ہزار ڈالر کے نوٹ کا جواب

تک دینا بھی گوارہ نہیں فرمایا۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں سب کو لکھوا چکا ہوں مگر اب تک کسی نے مجھے نہ جواب دیا اور نہ رسید بھیجی۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو کسی طرح "الحق" کے کسی گوشہ میں یہ خبر دے دیں۔ جس سے پتہ چل جائے کہ کسی نے ہمدردانہ جذبہ رکھتے ہوئے یہ خدمت کی تھی۔ جناب وزیراعظم صاحب اگر وہ آپ کے کام نہ آسکتا تھا تو مجھے واپس کرادیں۔ میں نے اسکی فوٹو سٹیٹ محفوظ کی ہوئی ہے۔ آپ سے مشورہ کہ کیا کیا جائے۔ معلوم نہیں کہ ڈاکخانہ والے کھا گئے یا "وہاں" والوں کی نیت میں فرق آگیا۔ اسلیے آپکو یہ زحمت دے رہا ہوں۔ (۱)

والسلام خیراندیش: ڈاکٹر حاجی محمد عباس

چک آرایس و آئی سکندر آباد ضلع کوہستان

محترم المقام حافظ صاحب

سلام مسنون! چند روز قبل میرے استاد محترم اور الحق کے قدیمی راقم پروفیسر محمد اسلم صاحب (۱) کا انتقال ہوگیا ہے (اناللہ واناالیہ راجعون) مرحوم انتہائی درویش صفت سادہ مزاج اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ صحیح العقیدہ، روشن خیال مسلمان تھے۔ علمی دنیا نے ہمیشہ آپ کے علم وعرفان سے استفادہ کیا۔ آپ کو چلتا پھرتا انسائیکلوپیڈیا کہاجاتا تھا۔ ذہانت و فطانت کے علاوہ حافظہ بلا تھا۔ آپ نے تاریخ کو ایک زندہ مضمون بناکر پیش کیا۔ مسلمانوں کے روشن دور پر ہمیشہ رطب اللسان رہتے۔ اسی طرح مسلمانوں کے موجودہ کیفیت کے بارے میں متفکر بھی رہے۔ چند مغربی زبانوں کے علاوہ مشرقی زبانوں اردو، ھندی، پنجابی، گورمکھی، سرائیکی اور عربی وفارسی کا ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کا بڑا علمی میدان تاریخ اسلام، تاریخ ہند اور تصوف کی تاریخ تھا۔ اس کےلئے آپ کا راستہ تحقیق وتدقیق کا تھا۔ اس ضمن میں آپ نے یورپ، مشرق وسطیٰ، ھندوستان اور پاکستان کی بھرپور سیاحت کی اور اپنی علمی و تحقیقی پیاس بجھاتے۔ "الحق" اس کا بڑا گواہ ہے کیونکہ اس میں وہ دیگر مضامین کے علاوہ بھارت کا تازہ سفرنامہ کے عنوان سے کئی ایک سفرنامے لکھتے رہے۔ آسودگان خاک کراچی، آسودگان خاک لاہور اور سفرنامہ ھند ایک تحقیقی وسیاحتی سرگرمیوں کی بڑی مثالیں

---

(۱) قارئین کرام آپ کو اس دردانگیز خط سے اندازہ ہوچکا ہوگا کہ وزیراعظم اور اس کے ماتحت ادارے کس طرح ملک وملت کی امانتوں کے امین بنے ہوئے ہیں۔ اس فراڈ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وزیراعظم کے "خودانحصاری" فنڈ "قرض اتارو ملک سنوارو سکیم کی حقیقت کیا ہے۔ یہ ہزار ڈالر کی نوٹ جو اس ہمدرد پاکستان کی کل متاع حیات تھی۔ اور آج کل ۱۸۴۰ء کے نوٹ کی کتنی اہمیت ہے اگر یہ نوٹ حکومت امریکہ کو بھیجا جاتا تو وہ لوگ اس کو شکریہ کے ساتھ لاکھوں روپے بھی دیتے۔ ہم اس عظیم خیانت کی مذمت کرتے ہیں۔

ہیں۔ دیگر تصانیف میں Muslim Conduct of the state تاریخی مقالات، تحریک پاکستان، محمد بن قاسم اور ان کے جانشین اور جدید دنیائے اسلام وغیرہ شامل ہیں۔ آپ آخری عمر میں مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور اور علی گڑھ ٹرسٹ علی گڑھ اسکول، مانگا منڈی اور گرلز ھائی سیکنڈری اسکول گلبرگ لاہور کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ مرحوم نے سوگواران میں اپنی بیوی (جوکہ مشہور مورخ، سیرت نگار اور استاد مولانا سعید احمد اکبرآبادی مرحوم کی بیٹی ہیں آپ پروفیسر اسلم صاحب کے دھلی سٹیفن کالج کے استاد بھی تھے) بیٹے زفرفواد، محمد نافع اور بیٹی تنویر انجم چھوڑے ہیں۔ دیگر متاثرین میں لاہوری شاگرد بلکہ مرید بھی شامل ہیں۔ آہ! پروفیسر(1) محمد اسلم جیسا یگانہ روزگار، ہم عصردور کا عظیم استاد، پیر، مورخ، مؤلف، سیرت نگار، مبلغ، منتظم ہم سے بچھڑ گیا۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا یہ خلاء کیسے پر ہوگا؟۔

نیاز مند: عبدالجلیل

اسسٹنٹ پروفیسر، تاریخ ومطالعہ پاکستان، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اسماعیلیت کا سیاسی کردار

شیعہ فرقے کے دو اہم گروہ ہیں۔ ایک بوہرہ جماعت اور دوسری اسماعیلیت جن کے موجودہ حاضر امام پرنس کریم آغاخان ہیں۔ آپ سرآغاخان کے پوتے اور علی خان کے فرزند ہیں۔ سرآغا خان کا سیاسی کردار نہایت اعلیٰ طریقے سے مہربوس نے اپنی کتاب "دی آغاخانز" میں بیان کیا ہے اور آپکی انگریز کےلئے خدمات کو مستند ماخذات سے آشکار کیا ہے۔ حال ہی میں شہید ہونے والے غلام حسین اکبرخان نے بھی اپنی کتاب میں آغاخان کے سیاسی کردار پر روشنی ڈالی ہے۔ افغانستان میں اسماعیلیوں کے مضبوط گڑھ طالبان کے قبضے میں آنے کے بعد پاکستانی عوام کے دلوں میں کئی خدشات پیدا ہوگئے ہیں انکا سب سے بڑا خدشہ یہ ہے کہ اسماعیل شمالی علاقہ جات میں اپنی الگ ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں یہ کوئی سیاسی الزام اور خالی خولی خدشہ نہیں بلکہ آغاخان فاؤنڈیشن ایک پروگرام کے تحت مصروف عمل ہے۔ مسلمان اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ تاریخ کے ہر دور میں اسماعلیت

---

(1)۔ ادارہ پروفیسر محمد اسلم صاحبؒ کی وفات پر انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ جناب پروفیسر صاحب مرحومؒ ایک بہت بڑی علمی، ادبی شخصیت تھے۔ آپ اپنی ذات میں ایک اکیڈمی اور انجمن تھے۔ آپ نے کم وقت میں بہت زیادہ علمی کام کیے۔ آپ نے ماہنامہ "الحق" میں ابتداء سے لیکر آخر تک علمی اور ادبی موضوعات پر بہت کچھ لکھا۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ "الحق" کے ساتھ آپ کا انتہائی گہرا برادرانہ تعلق تھا۔ آپ برصغیر کی مشہور علمی اور ادبی شخصیت مولانا سید احمد اکبرآبادیؒ کے داماد تھے۔ ادارہ تمام پسماندگان کے ساتھ اس عظیم سانحہ میں برابر کا شریک ہے۔

نے مذہب کے نام پر سیاسی کھیل کھیلا۔ عباسیوں کے خلاف تحریک ہو یا مصر کے فاطمین کی حکومت، حسن بن صباح کا قلعہ الموت پر اقتدار ہو تو ایران کے علاقے اصفحان پر آغاخان اول کی گورنر شپ۔ یہ سب سیاسی کھیل تھا۔ اسماعیلیت کو ایک مذہبی، تجارتی ادارہ، Raligio-Commercial Enterprise سمجھنا چاہئیے جس میں مذہب کا ایک ڈھیلا ڈھالا ڈھانچہ ہے جس میں مرکزی حیثیت امام کی ہے تو الوہیت سے متصف ہے۔ مہربوس نے نہایت مستند ماخذات کی روشنی میں بتایا ہے کہ آغاخان جنگ عظیم اول کے بعد ایک علیحدہ ریاست کے قیام کیلئے سرگرداں رہے۔ انگریز نے بعض وجوہ کی بنا پر اس کے قیام کی اجازت نہ دی لیکن انہوں نے اس کیلئے بھرپور کوشش کی۔ پرنس آغاکریم کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی آبادی اور سرگرمیاں شمالی علاقوں میں ایک خطرے کی علامت کے طور پر ابھررہی ہیں ان کی طرف توجہ دینی ضروری ہے۔یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے دوسرے لفظوں میں ایک سویا ہوا آتش فشاں ہے جو مناسب موقع پر پھٹ پڑے گا۔ اسماعیلیوں کی امام عقیدت اور امام صاحب کے بین الاقوامی سطح پر امریکہ اور یورپی ممالک سے تعلقات ایسے خطرے کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتے ہیں۔اسماعیلیوں کی معیشت پر گرفت،عام مسلمانوں سے لاتعلقی اور اپنے امام کی اندھادھند اطاعت اس فرقے کے سیاسی کردار کو اور زیادہ اہم بنادیتے ہیں اور مسلمانوں کو دعوت فکر دیتے ہیں۔

آپ کا مخلص: میاں مظفرعلی۔ (میاں کیمسٹ اینڈ ڈرگسٹ بوہڑبازار راولپنڈی)

بقیہ ص۶۷ سے :۔ دارالعلوم کے شب وروز

اور فاضل مولانا عبدالحلیم دیروی مدظلہ استاد دارالعلوم حقانیہ کے فرزند مولانا حافظ مطیع الرحمان حقانی نے بھی استنبول (ترکی) میں بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی۔ آپ نے اپنا مقالہ منتظمین کانفرنس کو بھیجا تھا اور ان کا یہ مقالہ کانفرنس میں پیش کرنے کیلئے منتخب کیا گیا جس کی بناء پر آپ کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

دارالعلوم میں انگریزی لینگویج کورس کا آغاز :۔ دارالعلوم حقانیہ الحمدللہ تمام شعبوں میں روز بروز ترقی کررہا ہے اور موجودہ حالات کے تناظر میں آنیوالی تبدیلیوں کے پیش نظر زمانہ کا احساس کرتے ہوئے یہاں انگریزی لینگویج کلاسز کا بھی اہتمام بعدالعصر دارالعلوم کے تعلیم القرآن ہائی سکول میں کیا گیا ہے۔ جس میں دارالعلوم کے طلبہ اپنے ساتھیوں کو انگریزی کے دروس دیتے ہیں۔ اس طرح دارالعلوم کے ابتدائی درجہ میں انگریزی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔

دارالعلوم کے شب و روز

حافظ فضل غفور متعلم جامعہ حقانیہ

تقریب ختم بخاری وجلسہ دستاربندی:- انشاء اللہ ۱۹ نومبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات دارالعلوم حقانیہ میں ختم بخاری شریف اور تقریب جلسہ دستاربندی حسب سابق منعقد ہوگی۔ دارالعلوم کیطرف سے اس سلسلہ میں نہ کوئی اشتہار چھپتا ہے اور نہ ہی کسی کو باقاعدہ دعوت دیجاتی ہے، لیکن اس کے باوجود یہ تقریب ایک مثالی اجتماع کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ اس سال بھی تقریباً پانچ سو فضلاء کی دستاربندی ہوگی جس میں افغانستان کی تحریک طالبان کے زعماء شرکت فرمادیں گے۔ اس دفعہ تقریب دستاربندی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو پوتوں حافظ سلمان الحق ابن حضرت مولانا حافظ انوارالحق نائب مہتمم دارالعلوم اور حافظ عرفان الحق ابن جناب الحاج اظہارالحق صاحب ناظم دارالعلوم کی دستاربندی ہوگی۔

بین الاقوامی پریس کے نمائندوں اور دیگر غیر ملکی شخصیات کی دارالعلوم آمد:-

دارالعلوم جو گذشتہ کئی ماہ سے بین الاقوامی پریس اور ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کی بھرپور توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ روزانہ بین الاقوامی میڈیا کی ٹیمیں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے انٹرویوز اور دارالعلوم کا تفصیلی جائزہ لینے کیلئے آرہے ہیں۔ اس سلسلہ میں سی این این کی ٹیم خصوصاً امریکہ سے یہاں آئی اور انہوں نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ اس ٹیم نے دوسال قبل افغانستان میں عالم اسلام کے ھیرو اسامہ بن لادن کا تفصیلی انٹرویو بھی مغرب اور امریکہ نے پہلی مرتبہ پیش کیا تھا۔ اب کے بار انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا انتخاب کیا۔ عنقریب ہی یہ انٹرویو سی این این اور انٹرنیٹ پر نشر کیا جائے گا۔ اسیطرح بی بی سی کے نمائندہ نے بھی انٹرویو لیا۔ اس کے علاوہ جاپانی اخبارات، اسٹریلین اخبارات، ٹی وی کی ٹیمیں، اٹلی، امارات کے اخبار "الخلیج" اور یورپ کے مسلم ٹیلی ویژن کے نمائندوں نے بھی دارالعلوم کا دورہ کیا۔

دارالعلوم کے فتویٰ کا ملکی اور بین الاقوامی پریس میں چرچا:- سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے نازک اور حساس موضوع پر دارالعلوم حقانیہ نے جرات رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے خالص مذہبی اور دینی نقطہ نگاہ سے جو فتویٰ جاری کیا تھا۔ الحمدللہ اس کو ملک وبیرون ملک انتہائی پذیرائی حاصل ہوئی اور ملک کے تمام اکثر بڑے اخبارات اور دینی رسائل وجرائد نے یہ فتویٰ مکمل متن کے ساتھ شائع کیا ہم ان تمام مدیران کرام کے اس کارخیر میں بھرپور تعاون فرمانے پر شکر گزار ہیں۔ اس کے علاوہ بی بی سی نے اپنی اردو اور پشتو نشریات میں اس کو کافی اہمیت دی۔ نیز ریڈیو انڈیا نے بھی اس خبر کو اہمیت کے ساتھ نشر کیا ہے۔

نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب کی سرگرمیاں :- صوبہ بلوچستان کے وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحقہ مدارس کے مجلس عمومی کا اجلاس ۲۰ ستمبر کو کوئٹہ میں منعقد ہوا ۔ اجلاس میں شرکت کیلئے مولانا حافظ انوارالحق استاذالحدیث ونائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ وناظم وفاق المدارس پاکستان ۱۹ ستمبر کو کوئٹہ گئے ۔ اجلاس میں مدارس کے ارباب حل وعقد نے بھرپور شرکت کی ۔ وفاق کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب ، نائب صدر حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب کے خطابات کے علاوہ مولانا انوارالحق نے مجلس عمومی کو تفصیلی خطاب کے دوران وفاق کے اہمیت ، پس منظر اور دینی مدارس کے بارے میں حکمرانوں کے عزائم سے آگاہ کیا ۔ ۲۱ ستمبر کو ایک دن کیلئے کوئٹہ سے کراچی جانا ہوا جہاں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ادارہ کے منتظمین خصوصاً شیخ الحدیث مولانا مفتی نظام الدین صاحب ، حضرت مولانا محمد انور بدخشانی ، مولانا امداداللہ ، مولانا عطاء الرحمان وبعض دیگر اساتذہ سے اہم مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہوئی ۔ اسی روز افغان قونصلیٹ میں ظہرانہ جسکا اہتمام طالبان نمائندگی کے نگرانوں مولانا محمد نصیر حقانی ، مولانا عبدالجلیل حقانی اور مولانا محمد فضل حقانی (تینوں حقانیہ کے فضلاء ہیں) نے کیا تھا میں شرکت کی شام تک مختلف تقاریب وملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہنے کے بعد ۲۲ ستمبر صبح حیدرآباد میں سندھ کے وفاق سے ملحق مدارس کے اجلاس مجلس عمومی میں شرکت کی۔اجلاس میں شریک مدارس کے ارباب اختیار کے تجاویزوشکایات سننے کے سلسلہ ایک بجہ تک جاری رہا ۔ بعد میں وفاق کے چاروں مرکزی عہدیداروں کے جوابی تقاریر کے بعد شام کو کراچی سے واپسی ہوئی ۔ ۱۷ اکتوبر کو وفاق المدارس کے امتحانی کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ملتان میں شرکت کی ۔ وفاق کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری سمیت کمیٹی کے ارکان نے شرکت کی ۔ دودن جاری رہنے والے اجلاس میں وفاق کے زیراہتمام شعبان ۱۴۱۹ھ میں منعقد ہونے والے امتحانات کے سلسلہ میں بعض اہم امور کو حتمی شکل دی گئی ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفوراللہ صاحب کو صدمہ :- دارالعلوم کے جید مدرس شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفوراللہ صاحب مدظلہ کے والد صاحب الحاج مختاراللہ صاحبؒ فالج کے عارضہ میں مبتلا ہونے کے بعد اپنے گاؤں علاقہ چغرزئی میں انتقال فرماگئے ۔ مرحومؒ کیلئے دارالعلوم میں خصوصی ختمات کا اہتمام کیاگیا اور ایک تعزیتی اجتماع میں حضرت مہتمم صاحب اور تمام اساتذہ کرام و طلبہ نے شرکت کی ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور تمام پسماندگان حضرت مولانا مغفوراللہ صاحب مدظلہ و حضرت مولانا اسیداللہ صاحب اور دیگر برادران ورشتہ داروں کو اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل کی توفیق عطافرمائے ۔ (آمین) ادارہ اس غم میں حضرت

مولانا مدظلہ اور تمام خاندان کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔

دارالعلوم کے درجہ رابعہ کے طالب علم کی شہادت :- گذشتہ ماہ دارالعلوم حقانیہ کے درجہ رابعہ کے ہونہار اطاعت شعار، خدمت گزار اور محنتی طالب علم حافظ عبدالرشید افغانستان کے صوبہ تخار میں شہادت کے اعلیٰ اور ارفع مقام پر فائز ہوئے۔ شہید موصوف افغانی طلبہ کے ساتھ مزار کے فتح کے بعد دیگر علاقوں میں باغیوں کے ساتھ جہاد کیلئے تشریف لے گئے تھے کہ وہاں پر مخالفین کے ساتھ ایک خونریز جھڑپ میں زخمی ہوگئے اور مخالفین آپ کو اپنے ساتھ لے گئے اور وہاں پر انہوں نے آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے ہوئے شہید کیا۔ ان کے والد صاحب بمع چند ساتھیوں کے ان کی تلاش میں نکلے۔ تو مخالفین نے ان کی لاش کے بدلے اپنے چند قیدیوں کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ طالبان زعماء نے ان کا مطالبہ تسلیم کیا اور لاش پھر ان کے لواحقین کے حوالے کی گئی۔ جب ان کی میت گاؤں پہنچائی گئی تو دارالعلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ و طلباء اور قرب وجوار کے عام مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور رقت انگیز خطاب فرمایا۔

جامعۃ الازھر مصر کیطرف سے دو ڈاکٹر اساتذہ کی تقرری :- دارالعلوم کی عالمی حیثیت کو محسوس کرتے ہوئے مدیر الحق مولانا حافظ راشد الحق حقانی کی ذاتی دلچسپی اور بھرپور کوششوں سے جامعۃ الازھر مصر نے دارالعلوم کےلیے دو ڈاکٹر اساتذہ کا تقرر کیا ہے۔ عنقریب ہی دارالعلوم میں معہد اللغۃ العربیہ کی کلاسز شروع کی جائینگی۔

دارالعلوم کے سالانہ امتحانات :- دارالعلوم کے سالانہ امتحانات انشاء اللہ ۱۴ نومبر ۱۹۹۸ء کو شروع ہوں گے اور ۲۱ نومبر ۱۹۹۸ء سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام تمام درجات کے امتحانات شروع ہوجائیں گے۔

تعطیلات میں دورہ تفسیر قرآن :- شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ حسب سابق امسال بھی دارالعلوم کی جامع مسجد میں اپنے شہرہ آفاق دورہ تفسیر کا آغاز ۲۸ نومبر ۱۹۹۸ء سے کرینگے۔ داخلے کے خواہشمند حضرات یکم شعبان سے دارالعلوم کے دفتر اہتمام سے رابطہ قائم کریں۔

انٹرنیشنل کانفرنس میں دارالعلوم کی نمائندگی :- گذشتہ دنوں اسلام آباد میں پانچ روزہ " امام ابوحنیفہؒ کانفرنس " میں دارالعلوم کی نمائندگی مولانا مفتی غلام قادر حقانی نے کی اور اپنا عربی مقالہ " سعة الفقه الحنفی " کے موضوع پر کانفرنس میں پیش کیا۔ اس کانفرنس میں عالم اسلام اور دنیا بھر کے بڑے سکالروں، علماء اور محققین نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ دارالعلوم ہی کے ایک

(باقی ص ۶۴ پر)

تبصرہ کتب

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب

ماہنامہ الفرقان لکھنو خصوصی نمبر ۔ بیاد :- مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب :- مولانا عتیق الرحمن سنبھلی ۔ شمارہ :- اپریل تا اگست ۱۹۹۸ء قیمت :- ۲۰۰ روپے مع محصول ڈاک پاکستان اعلیٰ ایڈیشن (عام ۱۵۰ روپے) ۔ ناشر :- دفتر الفرقان ۳۱ / ۱۱۴ نظیر آباد لکھنو (انڈیا) ۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ۔ وہ عصر حاضر کی ان ممتاز ہستیوں میں سے تھے جن کی زندگی ایک مستقل تاریخ ہے ۔ اس قحط الرجال میں مولانا جیسے حکمت دین سے واقف صاحب فہم وبصیرت مدبر عالم قوم کے دردمند مصلح اور غمگسار وہمدرد کا ملنا بہت ہی مشکل ہے ۔ مولانا ایک عالم ومصنف اور صاحب سلوک وعرفان بزرگ ہی نہ تھے بلکہ زمانے کے نبض شناس وقت کے تقاضوں اور حالات سے باخبر اور عاقبت میں بین بھی تھے ۔ وہ مذہبی اصلاحی قومی ملی تعلیمی اوراجتماعی جدوجہد کے ہر محاذ پر سرگرم اور متحرک دکھائی دیتے تھے ۔ انہیں مسلمانوں کے موجودہ پستی وزبوں حالی کا پوری طرح احساس بھی تھا اور وہ اسکے ازالے کیلئے نہایت فکر مند بھی رہتے ۔ ماہنامہ الفرقان جس کا اجراء آں مرحوم نے ۱۹۳۴ء میں کیا تھا ۔ درمیان میں چارماہ کے مختصر وقفہ کو چھوڑ کر گذشتہ ۶۴ سال سے مسلسل اور مستقل شائع ہوتا چلا آرہا ہے ۔ اور اس کے خصوصی نمبروں کی بنیاد بھی آپؒ ہی نے رکھی تھی ۔ چنانچہ الفرقان کے کئی خصوصی نمبر مختلف اوقات میں خصوصی اہمیت کے ساتھ منصۂ شہود و وجود پر آئے ۔ جن میں مجدد الف ثانی نمبر، شاہ ولی اللہ نمبر اور بعد میں شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریاؒ) نمبر انتہائی قابل ذکر ہیں ۔ آپ کے سانحہ ارتحال کے بعد آپکے صاحبزادگان نے اپنے عظیم والد مرحوم کے سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اور اکثر حضرات کے اصرار اور تمنا کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کی ہمہ جہت اور بھرپور علمی تبلیغی اصلاحی اور تحریکی زندگی پر ایک عظیم الشان نمبر نکالا ہے ۔ جوکہ ہرلحاظ سے آں مرحومؒ کی شایان شان ہے ۔ اور آپکی شخصیت کو سمجھنے ، پہچاننے کیلئے گویا ایک حسین مرقع اور دلکش گلدستہ بھی جس میں ہر مضمون اور ہر مقالہ قابل مطالعہ ہے مگر مولانا عتیق الرحمان صاحب سنبھلی نے اپنے عظیم والد پر جو مقالہ پیش کیا ہے اور جو مضمون ترتیب دیا ہے وہ گویا اس تمام نمبر کی کشید اور عطر ہے ۔ "الفرقان" کا یہ خصوصی نمبر بلاشبہ برصغیر کے تمام لائبریریوں کی زینت بننے کا مستحق ہے اور سیروتاریخ سے دلچسپی رکھنے ، اپنی شخصیت کو سنوارنے اور اس کو جادہ مستقیم پر رواں دواں کرنے والوں کیلئے ایک بہترین گائیڈ اور رہنما نمبر ہے

حضرت مرحومؒ کے سانحہ ارتحال پر دارالعلوم حقانیہ میں ایک خصوصی تعزیتی اجلاس کا اہتمام بھی ہوا تھا اور پھر "الحق" نے آپکی وفات جسکی روداد "الحق" میں شائع ہوئی ہے۔ پر تعزیتی شذرہ بھی لکھاتھااگر وہ تعزیتی اداریہ بھی اس نمبرمیں شامل ہوتا تو یہ ہمارے لئے باعث فخرو مباہات کا باعث ہوتا۔

سفر حجاز:۔ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات:۔ ۳۱۸۔ قیمت:۔ ۷۰ روپے۔ ناشر: مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبرا کراچی۔

برصغیر سے ہرسال لاکھوں کی تعداد میں حجاج کرام حجاز مقدس جاتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے صاحب ذوق ہوتے ہیں، جو اپنے سفرکے واقعات اور دل کے جذبات کو کاغذ کے منظرعام پر لاتے اور دوسروں کو سناتے اور دکھاتے ہیں۔ ہندوستان میں شاید شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ۱۹۹۸ء میں اپنے سفر کی یادگار جذب القلوب الی دیارالمحبوب کا تحفہ اہل وطن کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد امام ولی اللہ دہلویؒ نے ۱۱۴۰ھ میں فیوض الحرمین میں ان روحانی مناظر ومشاہدات کی تصویر کشی کی۔ لیکن سفرنامہ کی حیثیت سے شاہ صاحب کے ایک ذی رتبہ شاگرد مولانا رفیع الدین مرادآبادی قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے ۱۲۰۲ھ میں حرمین کا سفر کیا اور احوال الحرمین نامی کتاب تصنیف کی۔ اس طرح یہ روح پرور سلسلہ چل نکلا اور آجتک حجازمقدس کے کئی سفرنامے وجود میں آئے ہیں۔ زیرتبصرہ کتاب ایک ادیب بےبدل ایک نامور مصنف صاحب طرز انشاء پرداز اور مشہور اہل قلم مولانا عبدالماجد دریاآبادی کی تحریر کردہ ہے جس میں فاضل مصنف نے قلبی کیفیات ذھنی تاثرات و وجدانیات کو آسان وسہل الفاظ میں انتہائی سادہ ترکیبوں اور شاعرانہ تخیل کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ یہ سفرنامہ اولاً ۱۹۲۹ء میں آپ نے مرتب کیا تھا اور پھر انتہائی قلیل مدت میں اسکے تین ایڈیشن ختم ہوئے اس سے پہلے آپ نے جو سفرنامے لکھے تھے یا وہ صرف عالم جذبات کی باتیں تھیں یا محض ایک سیاح ووقائع نگار کےروزنامچے، یا فقیہانہ مسائل اور حج ومناسک کے ہدایت نامے یا عازمین کے سفرحج کیلئے گائیڈ، لیکن اس سفرنامے کی خصوصیت ان سب سے متفرق حیثیتوں کی دلکش جامعیت ہے جس کا مشاہدہ دوران مطالعہ قاری بچشم خود کریگا۔ مجلس نشریات اسلام کراچی نے حسب روایت اس سفرنامہ کی طباعت میں اپنی بھرپور خوش ذوقی کا ثبوت دیا ہے۔

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان ۔ خصوصی نمبر

بیاد :۔ جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ ۔ مرتب : جناب سید محمد کفیل بخاری
صفحات :۔ ۳۰۴ ۔ قیمت : ۵۰ روپے ۔ ملنے کا پتہ :۔ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے فرزند اکبر مولانا ، سید ابوذر ابو معاویہ ، حافظ عطاء المنعم بخاریؒ جنکا سانحہ ارتحال ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو ملتان میں پیش آیا تھا ۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان کا یہ خصوصی شمارہ آپ کی ادبی ، علمی ، تحقیقی ، تاریخی خدمات اور سیاسی کارہائے نمایاں کو اجاگر کرنے کیلئے وقف کیا گیا ہے ۔ حافظ جی مرحوم نہ صرف صوری لحاظ سے حضرت امیر شریعتؒ کے عکس جمیل تھے بلکہ معنوی اعتبار سے بھی ان کی مکمل تصویر وہ نہ صرف ایک خطیب بے بدل تھے بلکہ ایک محقق نقاد اور بہترین نغز گو قادر الکلام شاعر تھے تاریخ اسلام پر آپ کی گہری نظر تھی ۔ عشق رسولؐ حب صحابہ آپکے جسم کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا ۔ ایک وقت تھا کہ پاکستان بالخصوص ملتان میں حضرت امیر معاویہؓ کا نام لینا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا ۔ یہ اعزاز حضرت حافظ جی کو حاصل ہے کہ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایام منانے اور ان کی یاد میں جلسوں اور محافل کا اہتمام کیا ۔ فقر و استغناء اور غیرت و حمیت میں آپ اپنے عظیم والد کے صحیح جانشین تھے ۔ آپ نے بھرپور مطالعاتی تحقیقی اور دعوتی زندگی گزاری ۔ مجلس احراء اسلام کا پلیٹ فارم آپ کی سیاسی سرگرمیوں کی جولان گاہ رہا ۔ دفاع صحابہؓ اور تحفظ ختم نبوت کیلئے آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی ۔ زیر تبصرہ خصوصی اشاعت میں آپکی شخصیت اور خدوخال کی صحیح تصویر کشی کی گئی ہے اور جابجا آپ کے پر مغز تحریرات اور وجد آفریں نظموں نے خصوصی نمبر کی قدر و قیمت میں معتد بہا اضافہ کیا ہے ۔ مضامین کی دلکشی نے کاغذ کی کوالٹی کا احساس تقریباً دور کر دیا ہے ۔ نقیب ختم نبوت کا یہ خصوصی شمارہ ایک تاریخی دستاویز اور ادبی شہپارہ ہے نہ صرف سیر و سوانح سے دلچسپی رکھنے والوں بلکہ شعر و ادب اور ملک کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کیلئے یہ یکساں مفید اور ہر لائبریری کی زینت بنانے کے قابل ہے ۔

(م ۔ ا ۔ ف) ________

میزان الاعتدال پشتو (ضابطہ میراث) افادات :- مولانا محمد ہارون صاحب رحمہ اللہ ۔

مرتب : مولانا حافظ امان اللہ خان حقانی ضخامت :- ۱۴۴ صفحات ۔ قیمت : ۵۰ روپے ۔

ناشر : مولانا محمد ہاروت میموریل سوسائٹی لنڈی کس خوازہ خیلہ سوات

استاد محترم حضرت مولانا محمد ہارون صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اپنی تدریسی زندگی کا وافر حصہ دارالعلوم حقانیہ میں گزارا تھا ۔ وہ درویش صفت انسان فقر و استغناء اور توکل علی اللہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے ۔ آپ کے درس میں طلبہ بہت ذوق وشوق سے شرکت کرتے اور دوران درس طلبہ کو وقت کا احساس نہیں رہتا تھا ۔ آپ نے طلبہ کی سہولت کی خاطر علم میراث کے ضوابط وقواعد کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کو آپ کے قابل فخر فرزند برادرم مولانا حافظ محمد امان اللہ خان حقانی نے مرتب کرکے میزان الاعتدال کے نام سے زیور طباعت سے آراستہ کیا ۔ علم میراث جس کی طرف توجہ کم دیجاتی ہے اور اکثر طلبہ اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں حالانکہ یہ انتہائی اہم علم ہے کیونکہ اس پر حدیث میں نصف علم کا اطلاق کیا گیا ہے ۔ مولانا مرحوم نے بہت ہی سہل انداز اور آسان پیرایہ میں علم میراث کے مشکل مغلق اور ادق مسائل بیان کئے ہیں جس سے استفادہ اور اخذ میں کافی مدد ملتی ہے ۔ ہمیں امید ہے کہ آپکے فرزند مولانا حافظ امان اللہ حقانی آپ کے دیگر افادات اور بکھرے موتی یکجا کرکے طلبہ علوم نبوت کیلئے وقتاً فوقتاً خوبصورت گلدستوں اور بیش بہا "مالوں" کی شکل میں پیش کرتے رہیں گے ۔ ہم حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ کے تلامذہ سے بالخصوص اور طلبہ علوم دینیہ (جو پشتو زبان سمجھتے ہیں) سے بالعموم اس کتاب کی خریدنے کی پر زور سفارش کرتے ہیں ۔

(م ۔ ا ۔ ف)

اردو ترجمہ تفسیر فی ظلال القرآن ۔ مترجم : سید معروف شاہ شیرازی ۔ چھ جلدیں

ناشر :- ادارہ منشورات اسلامی بالمقابل منصورہ ملتان روڈ لاہور

اردو ترجمہ تفسیر فی ظلال القرآن پر بطور تبصرہ مختصر طور پر عرض ہے کہ معروف تحریک اسلامی "الاخوان المسلمون" کے عظیم رہنما اور ممتاز اسکالر علامہ السید قطب شہید نوراللہ مرقدہ اپنی خاص دینی خدمات اور علمی تحقیقات کیوجہ سے عالم اسلام کی نہایت بلند مرتبہ اور منفرد جلیل القدر شخصیت تھے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ۔ مغفورلہ کے علمی کارناموں میں انکی تفسیر القرآن الکریم عظیم الشان خاص کارنامہ ہے جو عہد حاضر کے تناظر میں مسلمانوں کیلئے انہوں نے انجام دیا بلکہ نعمت کبریٰ ہے ۔ ضرورت تھی کہ اس عربی تفسیر کا تمام علمی زبانوں میں ترجمہ ہو اور اردودان طبقہ بھی اس سے

مستفید و مستنیر ہو اللہ رب العلمین نے اردو ترجمہ کی سعادت صدیق محترم حضرت مولانا معروف شاہ شیرازی کو نصیب فرمائی جو قدیم اسلامی علوم کے ساتھ جدید علوم و افکار پر بھی نظر رکھتے ہیں ۔ یہ ترجمہ چھ ضخیم جلدوں میں مکمل ہوکر زیور طبع سے آراستہ ہوچکا اور ہر لحاظ سے قابل اعتماد ترجمہ ہے ۔ اس کی اشاعت کا شرف شاہ شیرازی صاحب موصوف کے صاحبزادے عارف شیرازی صاحب کو حاصل ہوا ہے ۔ تہہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں جو اردو زبان ہی جانتے ہیں اس سے مستفید اور بہرہ ور ہونے کا زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے اور اسکی زیادہ سے زیادہ اشاعت ظہور میں آنے ہے
تحریر: محمد طاسین عفی عنہ، خادم مجلس علمی کراچی۔

فیوضات درخواستی مع مجربات درخواستی ۔　افادات :۔ شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمان صاحب درخواستی مدظلہ ۔　مرتب :۔ مولانا حماداللہ صاحب درخواستی ۔　ضخامت :۔ ۲۶۰ صفحات ۔

قیمت :۔ ۷۰ روپے مجلد ۔ ناشر :۔ شعبہ نشرواشاعت جامعہ عبداللہ بن مسعود خانپور ضلع رحیم یارخان

شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمان صاحب درخواستی ، حافظ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب درخواستی قدس سرہ کے علمی جانشین اور کبار اولیاء امت کی روحانی نسبتوں کے امین ہیں ۔ مولانا بہلویؒ کے جانشین حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے آپ کو خلافت دیگر سلاسل اربعہ میں بعیت کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور ہزاروں افراد و مسترشدین آپ کے فیوض و برکات سے مستفید اور مستفیض ہورہے ہیں ۔ زیر تبصرہ کتاب فیوضات درخواستی مع مجربات درخواستی کی تبویب ترتیب کی اجازت دیکر بقول مولانا مفتی عبدالستار صاحب آپ نے امت مسلمہ پر عظیم احسان فرمایا ہے ۔ اس کتاب کے مرتب آپ کے فرزند جوکہ خود بھی ایک جامع الصفات شخصیت ہیں اس کتاب کی ترتیب ہی سے آپ کے حسن ذوق کا پتہ چلتا ہے ۔ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے ۔ پہلے باب میں سلوک وتصوف کے مسائل دوسرے باب میں سلاسل اربعہ کے اسباق تیسرے باب میں مسنون دعائیں اور چوتھے باب میں وہ عملیات و مجربات ہیں جو حضرت شیخ الحدیث صاحب کو حضرت دین پوریؒ ، حضرت لاہوریؒ، حضرت بہلویؒ اور حضرت درخواستیؒ سے براہ راست حاصل ہوئے ہیں ۔ سالکین و مسترشدین حضرات کیلئے یہ کتاب انتہائی مفید ہے اور موجودہ دور کے پریشان کن حالات سے نجات کیلئے باعث تسکین بھی ۔ اللہ تعالیٰ صاحب افادات اور جامع و مرتب کو اجر جزیل عطا فرمائے جنہوں نے اس بیش بہا قیمتی ذخیرہ کو عامۃ المسلمین کے فائدہ کیلئے شائع کیا ۔　(م اف)